درس حدیث

محمد اظہر مدنی

ناموسِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”ان مثلي ومثل الانبياء من قبلي، كمثل رجل بنى بيتا، فاحسنه وأجمله الا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون به، و يعجبون له ويقولون : هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة، وأنا خاتم النبيين “
(رواہ البخاری ۳۵۳۵، مسلم :۲۲۸۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اوراس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی۔اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں۔لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

تشریح: روئے زمین کی سب سے عظیم اور سب سے افضل واشرف شخصیت آمنہ کے لعل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت جیسا عظیم منصب عطا فرمایا اور پوری انسانیت کے لیے رشد وہدایت اور رحمت ورافت کا علمبر دار بنایا۔اوران کی حیاتِ طیبہ عطرہ کے ہر ہر پل کو ہم سب کے لیے مشعل راہ اور قدوۂ حسنہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ “۔(الاحزاب:۲۱)”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے“۔

چنانچہ جو قوم رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو اپنا اسوہ وقدوہ اور آئیڈیل ونمونہ سمجھتی ہے وہ کبھی بھی کامیاب وکامران نہیں ہوسکتی ہے اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفادار ہوسکتی ہے۔ چاہے وہ جتنا دعوی کرے وہ سب جھوٹ، عبث وبیکار ہے۔سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ایک ایک ادا کو قرآن واحادیث میں جمع کردیا گیا اور جن سے جاں نثاری وقربانی اور وفاداری کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا، بلکہ ان کی محبت کو اللہ رب العزت والجلال نے اپنی محبت اوران کی اتباع وپیروی کو اپنی اتباع و پیروی قرار دے کر دنیا وآخرت کی فوز وفلاح کو ان کی ذات اقدس سے جوڑ دیا ہے۔لہٰذا اب اس جیسا حسین وجمیل، سیرت وصورت کا سرچشمہ، گفتار وکردار کا غازی، پختہ وعدہ وامانت کا پاسدار اس دنیا میں جنم نہیں لے گا۔ کیوں کہ یہی انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی سنہری سلسلہ کی آخری کڑی ہیں، جن کو سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین اور خاتم الرسل والنبیین کے اوصاف سے متصف کیا گیا اوراس کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا۔قرآن وحدیث میں آپ کو ان کی سیرت عطرہ کی ایسی جھلکیاں ملیں گی جو آپ کی زندگی کو یکا یک تبدیل کردیں گی۔خواہ وہ آپ کی نبوت کی پہلے کی زندگی ہو یا منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد کی مکی یا مدنی زندگی ہو، ہر وقت آپ ﷺ نے صبر وتحمل، عفو ودرگذر، پیار ومحبت، شفقت ورحمت کے ایسے دریا بہائے جس کی نظیر اس سے پہلے کبھی دیکھنے کو نہیں ملی اور نہ قیامت تک اس جیسا کردار کا حامل کسی کو دیکھا جاسکتا ہے۔مگر آج اس ناموسِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر انگشت نمائی کی جارہی ہے۔کچھ دریدہ دہن لوگ کیچڑ اچھالنے کی جسارت کر رہے ہیں اوراس بدترین جرم اور فعل کے ذریعہ شر انگیزی اور بد امنی پھیلانے کی ناروا کوشش اور سعی مذموم کر رہے ہیں۔اوراس جیسی عظیم شخصیت جس کے خصائل ومناقب، شمائل ومحاسن اور بے مثال اخلاق عالیہ وعادت طیبہ کا ہر شخص قائل ہے اوراس کی ذات عالیہ ووجود بابرکات کو انسانیت کا محسن اور خیر کا سرچشمہ تسلیم کرتا ہے۔ایسے میں ایسی ذات اقدس کے خلاف تضحیک آمیز جملے استعمال کرنا غیر ذمہ دارانہ اسٹیٹمنٹ دینا، مقدس ومعصوم شخصیت کو مشکوک بنانا، گستاخانہ حرکتوں، نظم ونثر کے ذریعہ ہجو کرنا، توہین رسالت مآب پر مبنی فلم اور ڈرامے نیز خاکے بنانا وغیرہ ایسے سنگین جرم ہیں جس سے ہر انصاف پسند انسان اور مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اور ایسے لوگ جنہوں نے ناموس رسالت ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی دنیا وآخرت میں لعنت ہے اور دردناک عذاب اور وعید شدید ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ“”(التوبہ:۶۱) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دکھ کی مار ہے“۔ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا “(احزاب:۵۷)”جو لوگ اللہ اوراس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اوران کے لیے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔“

مذکورہ بالا تمام نصوص اس بات پر دلیل ہیں کہ ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری ہمارا دینی وایمانی فریضہ ہے۔انہی کی تعظیم وتوقیر میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔اور جن لوگوں نے بھی گستاخی کی اللہ نے انہیں دنیا وآخرت میں نشان عبرت بنادیا۔عمر بن ہشام (ابو جہل)، ابولہب، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، اسود بن عبد، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہم کی رسولؐ کے ساتھ گستاخی کے برے انجام سے موجودہ دور کے گستاخان رسول سبق حاصل کریں اور ہم سیدنا رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو عام کریں اور آنے والی نسل کو ان کی خصوصیات وامتیازات کو اجاگر کریں نیز ہم محبان رسول علی صاحبہا الف الف تحیۃ وصلاۃ وسلام کی ذمہ داری ہے کہ آپؐ کے ایک ایک فرمان کی حفاظت اور پاسداری کریں۔رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے اور اسکی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

☆☆

وصلى الله على نبينا محمد وسلم تسليما كثيرا

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان: اسباب وعلاج ۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ۱۰
لو جہاد: کتنی حقیقت کتنا فسانہ ۱۲
ذکر الٰہی ۱۵
نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازوں میں خشوع وخضوع ۱۷
طالب علم اور مطالعہ کتب ۲۰
ایک مخلص ومشفق استاد کی یادیں (آہ! مولانا عبداللہ فیضیؒ) ۲۲
سابق امیر حافظ محمد یحییٰ دہلویؒ صاحب کے انتقال پر تعزیتی خط ۲۸
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز وجماعتی خبریں ۳۰
اعلان داخلہ المعهد العالي للتخصص في الدراسات الاسلامية ۳۱
کلینڈر ۲۰۲۰ء ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

نفاق اور منافقین

اللہ جل شانہ نے قرآن کریم کے اندر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں تین گروہوں کا ذکر فرمایا ہے۔(۱) مومنین مخلصین کا (۲) کھلم کھلا کافرین و معاندین دین کا اور (۳) منافقین کا۔ اسی طرح مومنین کی کچھ خوبیاں اور صفات بیان فرمائی ہیں اور کافروں کے بھی کچھ اعمال ومعتقدات کا ذکر کیا ہے۔ پھر منافقین کا ذکر قدرے تفصیل سے ہوا ہے۔ اس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ ''لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے ہیں، حالانکہ وہ مومن ہی نہیں ہیں''۔ وہ کفار ومشرکین جو کھلم کھلا کفر کے مرتکب ہیں اور ایمان باللہ اور آخرت اور دیگر مبادیات واساس دین کا صریح انکار کرتے ہیں، یہ منافقین اپنے نفاق اور ایمان میں تزلزل اور عقیدے میں کذب چھپائے رکھنے کی وجہ سے بسا اوقات کھلے کافروں سے بھی بدتر مانے جاتے ہیں۔ اللہ، رسول اور آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرکے وہ کئی طرح کے جرائم اور کفر وشرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان کے دعویٰ ایمان واسلام کے باوجود ان کے مومن ہونے کی نفی کی گئی۔ وہ بظاہر ''اللہ تعالیٰ اور مومنین کو دھوکے میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ خود کو بہت بڑے دھوکے میں مبتلا کئے ہوئے ہیں''۔

قرآن کریم کے بموجب ان کو اس دھوکہ دھڑی میں پڑنے کا شعور وسمجھ بھی نہیں ہے۔ اسی لیے ان کو تائب ہونے، حق کو صدق دل سے قبول کرنے، دنیا وآخرت کی بھلائی کو حاصل کر لینے اور دنیا کی ذلتوں سے نجات پالینے کی توفیق اور ہدایت نہیں ہوتی۔ وہ راہ ھدی پر ہونے کے بجائے ھوی کے شکار ہیں۔ اسی طرح وہ جہاں جاتے ہیں ویسا بھیس بدل لیتے ہیں، جن کا کھاتے ہیں انہی کا گانے لگتے ہیں اور مالک حقیقی اور رازق اصلی کو بھول جاتے ہیں۔ ''وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ'' (البقرۃ:۱۴)۔ ''اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں''۔ دراصل یہ ان کے دلوں کا روگ ہے جو ان کو اس قدر لگ چکا ہے اور وہ اس مدمن ومزمن مرض کے ایسے شکار ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی

روگ میں اور زیادہ مرتے رہنے کے لیے چھوڑ رکھا ہے۔ تاکہ وہ دردناک عذاب والے ہوجائیں، خیر وبھلائی ان سے مکمل روٹھ جائے اور دامن رحمت ہمیشہ کے لیے ان سے چھوٹ جائے۔ دراصل نفاق کے مختلف مدارج ومراتب اور اقسام واشکال ہیں۔ ان میں اعتقادی نفاق سب سے خطرناک اور کفر سے بھی زیادہ ناپاک قسم ہے، جو عملی نفاق کا بھی پیش خیمہ اور اس کا مظہر ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ کوئی اعتقادی طور پر منافق ہو، اللہ اور اس کے رسول سے بغض وعناد رکھتا ہو اور اللہ ورسول اور مومنین صادقین کے درپۓ آزار نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص آخرت اور ایمانیات پر ایمان کا منکر ہو اور دیگر عملی نفاق وشقاق کا خوگر نہ ہو۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کی جماعت کا حال تھا۔ بلاشبہ نفاق کی یہ قسم کفار ومشرکین سے بھی زیادہ خراب اور کفر وعناد کی آماجگاہ ہے۔ ایسا منافق کسی بھی طور پر اہل ایمان کے زمرے میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کا دنیا وآخرت میں کوئی حصہ ہے۔ بلکہ آخرت میں انہیں کے لیے عام کفار سے بھی زیادہ دردناک والم انگیز عذاب وعقاب ہے۔ اور ان ہی کے بارے میں ذکر ہے کہ ”اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا“۔(النساء:۱۴۵) ”منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے“۔

رہ گئی نفاق کی وہ قسم جس میں اللہ ورسول اور آخرت پر ایمان تو ہے مگر اس میں اتنی کمزوری، ضعف ونقص اور قلت ہے کہ وہ ایمانی تقاضوں کو پورا نہیں کرپاتا اور عملی طور پر مختلف منکرات وہفوات اور شہوات کا شکار ہوجاتا ہے۔ علماء محققین نے اسے عملی نفاق سے تعبیر کیا ہے۔ اسی کو حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ۔” اربع من کن فیه کان منافقا خالصا ومن کانت فیه خصلة منهن کان فیه خصلة من النفاق حتی یدعها، اذا اوتمن خان واذا حدث کذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر “(متفق علیہ)”چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ (مکمل) منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ وہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے اور جب معاہدہ کرے تو بے وفائی کرے۔“

ان کی کذب بیانی کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہوا ہے۔ فرمایا:”اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ“(المنافقون:۱)”تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں“۔

اس کے علاوہ بھی نفاق کی بہت سی علامات اور اعمال بتائے گئے ہیں۔ جیسے نماز میں سستی، ریاکاری ومکاری اور اللہ کی یاد سے دوری:”وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا“ (النساء:۱۴۲)”نماز میں سستی کرتے ہیں، ریا ونمود کے لیے نماز پڑھتے، دکھاوے کی نیکی کرتے ہیں اور اللہ کی یاد تو برائے نام کرتے ہیں“۔

منافقین ذوالوجہین ہوتے ہیں۔ ان کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور اپنے اندر کچھ اور ہی چھپائے بیٹھے ہوتے ہیں اور متردد وحیران رہتے ہیں۔”مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا“ (النساء:۱۴۳)”وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈالدے تو اس کے لیے کوئی راہ نہیں پائے گا“

اور حدیث میں ہے:”عن ابی هريرة قال: تجد من شر الناس يوم القيامة عند الله ذاالوجهين الذی ياتی هولاء بوجه و هو لاء بوجه “(بخاری)”تم قیامت کے دن اللہ کے ہاں اس شخص کو سب سے بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے رخ سے جاتا ہے“۔

یہ اپنے دلوں میں تکبر واستکبار، فتنہ انگیزی، سوئے ظن، حسد، کینہ وکپٹ اور عصبیت ومنافرت جیسے مختلف قسم کے امراض اور بھرم پالے ہوئے ہوتے ہیں۔ ”فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ“ (البقرہ:۱۰)”ان کے دلوں میں بیماری تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھادیا، اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے“۔

مسلم سماج میں تشکیک کی کھیتی کرتے ہیں اور فحش ومنکرات اور بے حیائی کو پھیلاتے ہیں۔”اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ“(النور:۲۰)”جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا وآخرت میں

دردناک عذاب ہے''۔

یہ منکر کا حکم دیتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ جیسے بھلائی اور نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔اَلْـمُـنٰـفِـقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُـرُوْنَ بِـالْـمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُم نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْن (التوبہ:٦٧)''تمام منافق مرد وعورت آپس میں ایک ہی ہیں، یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں، اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے، اللہ نے انہیں بھلا دیا، بیشک منافق ہی فاسق وبدکار ہیں۔''

مسلم سماج اور سوسائٹی کو کمزور کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور جب بھی ملک وملت کو ان کے جان ومال کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ ساتھ دینے کے بجائے مختلف قسم کے اعذار تلاش کر لیتے ہیں تاکہ قومی اور ملی کاز کمزور پڑ جائے۔ ''اَلَّـذِيْنَ يَتَـرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَـكُـنْ مَّعَكُم وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْـمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰـهُ لِـلْـكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً'' (النساء:١٤١)''یہ لوگ تمہارے انجام کار کا انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ فتح دے تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں؟ اور اگر کافروں کو تھوڑا سا غلبہ مل جائے تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے، اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہ بچایا تھا، پس قیامت میں خود اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا۔''

وَاِذْ قَـالَـتْ طَّآئِفَةٌ مِّـنْهُـمْ يٰٓاَهْـلَ يَثْـرِبَ لَا مُـقَـامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ ''مِّـنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ''وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّـرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا'' (الاحزاب:١٣)''انہیں کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے ایمان والو! تمہارے لیے ٹھکانہ نہیں، چلو لوٹ چلو اور ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی ﷺ سے یہ اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ کھلے ہوئے اور غیر محفوظ نہ تھے، لیکن ان کا پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا تھا''۔

منافقین صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کی صف کو کمزور کرتے اور ان کے آڑے وقت میں کام نہ آ کر مختلف قسم کے عذر تلاش کر کے گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں بلکہ وہ دشمنوں سے ساز باز کرتے اور ان کے ساتھ ولاء وبراء کا معاملہ روا رکھتے ہیں۔

الَّـذِيْـنَ يَتَّـخِـذُوْنَ الْـكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَـآءَ مِـنْ دُوْنِ الْـمُـؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَـغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (النساء:١٣٩)''جن کی یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے پھرتے ہیں، کیا ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں؟ تو یاد رکھیں کہ عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے''۔

اَلَـمْ تَـرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْـلِ الْـكِتٰـبِ لَـئِـنْ اُخْـرِجْتُـمْ لَـنَـخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَـدًا اَبَـدًا وَّاِنْ قُـوْتِـلْـتُـمْ لَـنَـنْـصُـرَنَّـكُم وَاللّٰـهُ يَشْهَـدُ اِنَّهُـمْ لَـكٰـذِبُـوْن (الحشر:١١)''کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ضرور بالضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو بخدا ہم تمہاری مدد کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں''۔

یہ فساد فی الارض کے مرتکب ہوتے ہیں اور اصلاح کے نام پر فساد کے مختلف محرکات ودواعی بھی پیدا کرتے رہتے ہیں۔وَاِذَا قِيْـلَ لَهُـمْ لَا تُـفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ (البقرہ:١١)''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں''۔

دین وشریعت اور اہل ایمان کا استہزا اور مذاق ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ ''وَلَـئِـنْ سَـاَلْتَـهُـمْ لَيَـقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَب قُلْ اَبِا اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُـوْلِـهٖ كُـنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْن'' (التوبہ:٦٥)''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی آپس میں ہنس بول رہے تھے، کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں''۔

مصلحت کوشی ہی ان کا دین دھرم ہوتا ہے''وَمِـنَ الـنَّـاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَـلٰـى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْن'' (الحج:١١)''بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اگر کوئی نفع مل گیا تو وہ دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہاں کا نقصان اٹھا لیا، واقعی یہ کھلا نقصان ہے''۔

اورمطلب براری کے لیے خوشامد کرتے اور غایت درجہ کی محبت کا اظہار کر کے اپنا الوسیدھا کرتے ہیں۔ ”وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ کَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ“ (المنافقون:۴) ”جب آپ انہیں دیکھ لیں تو ان کے جسم آپ کو خوشنما معلوم ہوں، جب یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتوں پر اپنا کان لگائیں، گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئی ہیں، ہر سخت آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچو اللہ انہیں غارت کرے، کہاں سے پھرے جاتے ہیں“۔

منافقین اور نفاق کی یہ متعدد اشکال، اقسام اور صورتیں ہیں جن کی روشنی میں اپنے دور کے مومنوں اور مسلمانوں کی عملی واعتقادی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے۔اور دور جدید کے منافقین کی شناخت کر کے ملک ومعاشرہ کو ان پانچویں کالم سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔لیکن اس طرح نہیں کہ ہم کسی پر تہمت لگائیں۔ہم نہ تو اس کے مکلّف ہیں اور نہ اس کا کوئی دینی ودنیاوی فائدہ ہے۔ بلکہ اس سے مزید نقصانات اور کم از کم اسلامی معاشرے، ملک اور تمام مسلمانوں میں مزید دوری ونفرت بڑھنے کا ذریعہ ہی ہوسکتا ہے اور آپسی دشمنی کا پیش خیمہ بن سکتا ہے بلکہ اس سے اصلاح وسدھار اور رجوع الی الایمان والاسلام کے بجائے مزید کفرونفاق کی دلدل میں پھنس جانے کا اندیشہ وخطرہ بڑھ جائے گا، بدگمانیاں جنم لیں گی، تحاسد وتباغض اور عداوت کی خلیج بڑھ جائے گی۔صحابہ کرام نے عبداللہ بن ابی بن سلول جیسے رئیس المنافقین کو اس کے کفر صریح، ظلم عظیم اور توہین صریح پر جب قتل کردینے کی اجازت چاہی جو حقیقت میں لائق گردن زدنی ہوچکا تھا اور ان کے بیٹے نے بھی اس پر آمادگی ظاہر کردی تھی کہ ایسے شخص کو روئے زمین پر رہنے کا حق نہیں ہے۔مگر آپ نے یہ کہہ اس کو سزا دینے سے روک دیا کہ دنیا شور مچائے گی کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کردیتے ہیں۔اگر اسلامی حکومت، اقتدار اعلیٰ، وحی متلو، نص قطعی وخبر یقینی، شاہد عینی اور صاحب معاملہ ہونے کے باوجود اس وقت منافق کو نفاق پر نہ سزا دی گئی اور نہ ہی تعزیر کی نوبت آئی اور مذکورہ احادیث اور دیگر قرائن کی روشنی میں نیز مصالح کے تحت یہ سب کچھ نہیں ہوا تو ہم ایک تکثیری ماحول ومعاشرے میں رہ کر خالص دینی وشرعی بنیادوں پر کوئی کارروائی کیسے کرسکتے ہیں؟۔اور جو خدشات اور بدظنی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پھیلانے کا اندیشہ ہوسکتا تھا وہ بھلا آج کے پُرفتن دور میں کون ہے جو اس طرح کے الزامات واتہامات سے بچ سکے۔رہ گیا مومنین صادقین کا مسئلہ تو وہ بھی ہمارے اکثر ملکوں میں مشکل ہے۔وہ تین مومن کامل حضرات جو غزوہ جیش العسرہ میں پیچھے رہ گئے تھے اور جن کو سزا وابتلاء کا سامنا کرنا پڑا اور شیاطین الانس والجن، دول عالم اور رومۃ الکبری کی طرف سے جس طرح کے نامہ وپیام اور سفارتی تعلقات قائم کر کے ورغلانے، گھر میں پھوٹ ڈالنے اور حکومت اور ملک کے اتنے سرکردہ اور مضبوط لوگوں کو توڑنے کی کوشش ہوئی وہ بھی ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔اس وقت اسی ایمان واسلام کے دعویداران، اعداء کی للکار کا شاخسانہ کھڑا کرتے ہیں۔آپس کے ادنی تعلقات کی ناہمواری پر جس طرح کے اقدامات کئے گئے اور فی عقر دار المسلمین والعرب انقسام اور انشقاق بلکہ عراق ویمن سے لے کر شام ولیبیا تک نفاق ودسیسہ کاریوں کا جتنا بڑا سلسلہ شروع ہوا اور جس سے عرب اور مسلمانوں کی ساری دنیا میں رسوائی اور پسپائی ہوئی اور خود وطن عزیز میں بہت سے افراد و اشخاص اور ملی تنظیمات میں اس بیماری اور اس کے وائرس کے پھیلنے کی وجہ سے ملت جن ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہوئی اور ہورہی ہے وہ سب ہماری آنکھیں کھولنے اور اس تکثیری ملک ومعاشرے میں نصیحت حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔

قرآن کریم نے منافقین کی جو مختلف صفتیں قسمیں اور کرتوت گنائے ہیں ان کی روشنی میں حتی الامکان اپنے گھر، معاشرہ، فرد وانجمن، جماعت وجمعیت ،حزب، گروہ اور پارٹی کا جائزہ لینا چاہیے اور اس میں دیگر خامیوں، کوتاہیوں، منہجی واصولی فرق اور اہداف ومقاصد میں تفاوت سے قطع نظر نفاق اور خداع کا کتنا حصہ ہے، اس سے امت اور ملک وملت کو بچانا چاہیے۔کیوں کہ آج بھی ملک و معاشرہ میں افراد واشخاص حتی کہ بعض تنظیمات وجمعیات سیاست واضطرار، حاجت وضرورت، مصالح واستحسان، تحفظ اور مقاصد شرعیہ کے نام پر نفاق کی ساری صورتیں برت کر بھی مومن خالص بنے ہوئے ہیں۔مومنین اور قوم کو اندھیرے اور دھوکے میں رکھ کر امت کے مصالح ومفاد اور تشخص کا سودا کر کے اللہ تعالی کو بھی دھوکہ دینے کی منافقانہ روش پر گامزن ہیں اور خوش ہیں کہ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔اور ہم خوش ہیں کہ ہم نے گوشہ عافیت پالیا۔اس سلسلہ میں ان کے اسالیب ووسائل (مکروحیل) متعدد اور متنوع ہوتے ہیں۔کوئی پرانی دوستی اور ملاقات کے حوالہ سے، کوئی ایمان واسلام کے حوالہ سے، کوئی مقابلہ اور چیلنج کا نام دے کر، کوئی حکومت اور دیگر گروہوں اوران

کے مرہون منت نہ ہونے اوران کے احسانات کے ٹھکرانے کے نام پر اور الغرض نفاق کے اسالیب جو دوراول میں طرح طرح کے تھے، ولاء ظاہراور براء باطن کی جو شکلیں تھیں سب اختیار کی جارہی ہیں اور ملت کی حیثیت دوکوڑی کی ہوتی جارہی ہے بلکہ حالت بایں جارسید کہ ع

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اور ہماری سادہ لوحی اور سادگی کا عالم یہ ہے کہ ہم ان کے دام مکر وفریب اور چکنی چپڑی باتوں میں آکر خود ہی مثل مگس پروانہ وار ان پر نچھاور ہوئے جارہے ہیں۔اور بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے متاع غرور کا سودا کیا ہے، نفع وعقل مندی کا نہیں۔اور انہوں نے اللہ اوراس کے بندوں کواور خود اپنے نفس کو دھوکہ دیا ہے اوراس طرح انہوں نے اپنی دنیا وآخرت کی ذلت اور عذاب اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے۔وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ (البقرہ:۱۰۲)''اور وہ بد ترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کوفروخت کررہے ہیں''۔

لیکن ان عملی منافقین کو یونہی اپنے حال پر چھوڑا ابھی نہیں جاسکتا کہ اس سے پورے ملک وملت اور انسانیت کا خسارہ ہے۔اس لیے ان کوراہِ راست پر لانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ان کے بائیکاٹ کے بجائے کم ازکم ان سے رہ و رسم ظاہری رکھنا چاہئے۔ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے لوٹ جانے والوں کو معاف کردیا تھا۔غزوہ حدیبیہ اور غزوہ ذات العسرہ میں پیچھے رہ جانے والوں کا عذر قبول کیا تھا۔لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَل (المنافقون:۸)''یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دیگا'' کے قائلین اور عصبیت ومنافرت کو ہوا دینے والوں سے درگزر کیا تھا۔واقعہ افک میں ملوث ہونے والوں کو معافی دی تھی۔حتی کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول جیسے رئیس المنافقین کے کفن کے لیے اپنا جامہ مبارک عطا فرمایا تھا اوراس کے جنازے میں شرکت کے لیے آمادہ ہوئے تھے۔ان کو توبہ پر ابھارنا چاہئے۔ان کی جان ومال روا رکھنے کے بجائے ان پر حکمت کے ساتھ حجت تمام کرنی چاہئے تاکہ ملک وملت اور انسانیت ان کے شر سے محفوظ رہ سکے۔

مسلمانوں میں سے جو لوگ الحادودہریت کا شکار ہوکر مسلمانوں کے ساتھ نفاق کررہے ہیں اور اسلام کی سچائی اور حقانیت کو مانتے ہوئے بھی کتاب وسنت میں واردشدہ صفاتِ منافقین سے متصف لوگوں کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں، یا رب فراموشی اور غفلت میں اس قدر سرشار ہوچکے ہیں کہ اپنا مقصد حیات بھلا کر دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔جو وقتی مصالح اور منافع اور خوف ووسوسہ اور اندیشوں میں پڑکر اسلام اور مسلمان مخالف کام کررہے ہیں اور اللہ اوراس کے بندوں کو دھوکہ دے رہے ہیں، یا وہ جو منصب وجاہ اور مال ومنال کی حرص میں اور اپنے بچاؤ اور حفاظت کی خاطر منافقین کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں اور ولاء وبراء کو اعدائے اسلام اور مسلمان اور دشمنان امت وانسانیت اور معاندین حق کے لیے مختص کئے ہوئے ہیں، یا وہ جو اپنے گروہ اور فرقہ کو کسی وقتی افتاد اور مار سے بچانے میں لگے ہوئے ہیں اور وہ جو اسلام کے علمبردار اور مسلمانوں کے حقوق کے نگہبان بنے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی ان کے دشمنوں سے ساٹھ گانٹھ میں بھی لگے ہوئے ہیں۔ان سب کو اس متاعِ غرور، گھاٹے کے سودے اور اللہ اوراس کے بندوں کو دھوکہ دینے سے بچنا چاہئے۔ کیوں کہ وہ اس سب کی آڑ میں خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور دنیا کی ذلت اپنے اوپر مسلط کررہے ہیں اور خود کو آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ٹھہرارہے ہیں۔خود ہی جلد ازجلد صدق دل سے توبہ کریں اور استقامت اور صبر کا راستہ اختیار کریں۔زمین کی مصیبت اسی سے دور ہوگی۔آسمان سے مدد اسی صورت میں آئے گی۔اور''تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا ...الایۃ (حم السجدۃ:۳۰) کی بشارت زمین والوں کے حق میں اسی وقت پکی ہوگی۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

- ☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
- ☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
- ☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
- ☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
- ☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان: اسباب وعلاج

ڈاکٹر ثناءاللہ صادق تیمی
اسسٹنٹ پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض

دنیا کا ہر فرد اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔غور کی نظر ڈالیے تو انسان کے تمام تصرفات کا محور اس کی اپنی ہی ذات ہوتی ہے۔وہ خود سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اکثر نرگسیت کا شکار ہوجاتا ہے، اسے اپنی تعریف بہت پسند آتی ہے جب کہ وہ تنقید سے ناراض ہوجاتا ہے۔انسان میں انا، ناز اور فخر کے جذبات کا بنیادی سرچشمہ اس کی اپنی ہی ذات ہے۔ایک معصوم بچے میں بھی اپنی ذات کو لے یہ احساس پایا جاتا ہے۔وہ نہ صرف یہ کہ اپنی حفاظت چاہتا ہے بلکہ اگر اس کی انا کو ٹھیس پہنچے تو کسی نہ کسی صورت میں اس کا اظہار بھی کرتا ہے۔یوں اپنی ذات سے محبت انسان کی فطرت کا حصہ ہے پھر بھلا ایسا کیا ہوجاتا ہے کہ آدمی خود اپنی جان لینے پر آمادہ ہوجاتا ہے؟

سمجھنے والی بات یہ بھی ہے کہ تمام آسمانی اور خودساختہ مذاہب میں انسانی جان کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، ناحق خون بہانے کو عظیم ترین گناہوں کے زمرے میں رکھا گیا ہے بلکہ اسلام میں ایک انسان کے ناحق قتل کو ساری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا گیا ہے۔زندہ رہنے کا حق انسان کے انتہائی بنیادی حقوق میں شامل ہے۔اسلام نے تو جان کے بدلے جان کا معاملہ اسی لیے رکھا ہے کہ زندگیاں محفوظ ہوجائیں۔ **ولكم في القصاص حياة**۔ہر انسان کو زندگی عزیز ہے، وہ اس لیے کسی کی جان نہیں لے گا کہ بدلے میں اس کی بھی جان لے لی جائے گی۔یوں خارجی خطرات سے انسانی جانوں کی حفاظت کے لیے آسمانی اور غیر آسمانی تمام طرح کے نظام حیات میں قوانین موجود ہیں۔

اسلام میں خودکشی حرام ہے۔بقیہ آسمانی مذاہب میں بھی اس کی اجازت نہیں۔دنیاوی نظام حیات میں بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے البتہ زیادہ تر اس پر بحث اس انداز سے کی جاتی ہے کہ خودکشی کرنے والے سے ایک قسم کی ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے اور اس طرح انتہائی مضرت رساں فعل کو معمولی بنا دیا جاتا ہے۔

کووڈ19 کے بعد دنیا کی جو حالت ہوئی ہے وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔بہت سے لوگ بے روزگار ہوئے ہیں، کتنوں کے قریبی فوت ہوئے ہیں، کتنوں کی تجارت دیوالیہ ہوئی ہے اور کتنے ہیں جن کا مستقبل انہیں پریشان کن نظر آرہا ہے۔ایسے میں انسان کا پریشان ہونا کچھ ویسا تعجب خیز نہیں لیکن خودکشی کر لینا واقعی انتہائی درجے میں افسوسناک ہے۔دیکھا یہ جاتا ہے کہ جیسے ہی کسی کی خودکشی کی خبر سامنے آتی ہے ہم اس کے اسباب کا پتہ لگانے لگ جاتے ہیں اور اس طرح بحث کرتے ہیں جیسے خودکشی کر کے اس نے کوئی بہادری دکھائی ہو، بہت سے لوگ تو اسے بہادر کہتے بھی نہیں جھجکتے پھر اسباب اس طرح بیان کیے جاتے ہیں جیسے ان اسباب کے ہوتے ہوئے آدمی سوائے خودکشی اور کچھ کر ہی نہیں سکتا اور سچ پوچھیے تو یہ کم خطرناک بات نہیں۔

انسان خودکشی کیوں کرتا ہے؟ اس لیے کہ اسے کوئی مصیبت لاحق ہوجاتی ہے، اس کا کوئی خواب پورا نہیں ہوتا، اس کی تجارت دیوالیہ ہوجاتی ہے، اس کا محبوب مر جاتا ہے یا دھوکہ دے دیتا ہے، اسے زندگی میں کچھ بھی اچھا نہیں لگتا، وہ جیسے اوب سا گیا ہو، عجیب وغریب بے کلی میں وقت گزارتا ہے وغیرہ۔

لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ سارے بیان کردہ اسباب خودکشی کے اسباب ہوسکتے ہیں لیکن یہ عذر نہیں بن سکتے۔انہیں اسباب کے ساتھ بے شمار انسان دنیا میں جیتے ہیں اور اپنی زندگی کے مصائب وآلام سے اپنی مسرت وراحت کے اوقات بھی نکال لیتے ہیں۔یہ اسباب صرف خودکشی کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوتے دنیا کے ہر فرد کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں یہ اسباب لگے ہوتے ہیں۔اس لیے انہیں بہر حال عذر تو نہیں مانا جاسکتا۔

یہیں سے زندگی کے بارے میں ہمارے نظریے کی اہمیت بھی سمجھ میں آتی ہے۔جن کے نزدیک زندگی یہی دنیاوی زندگی ہے، اس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔وہ اگر پریشانیوں سے تنگ آکر خودکشی کرلیں اور یہ سمجھیں کہ انہیں نجات مل گئی تو یہ بہت بڑی فکری کج روی ہے۔اسے صرف اتفاق نہیں کہا جاسکتا کہ ملحدانہ افکار وخیالات رکھنے والوں میں خودکشی کا رجحان زیادہ پایا جاتا ہے لیکن تعجب تو تب زیادہ ہوتا ہے جب یہ رجحان اللہ اور اس کے دین کے ماننے والوں میں بھی دیکھنے کو ملنے لگے۔

اسلام میں صرف یہ نہیں کہ خودکشی حرام ہے بلکہ یہ کبیرہ گناہ ہے، اس فعل شنیع پر بڑی وعید سنائی گئی ہے، جہنم کی آگ سے ڈرایا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی جنازے کی نماز نہیں پڑھی جس نے خودکشی کر لی تھی۔صحیح حدیثوں کے مطابق جو شخص جس آلے سے خودکشی کرتا ہے وہ تا قیامت اسی آلے سے اپنے آپ کو قتل کرتا رہتا ہے۔اسلامی اعتبار سے زندگی ایک نعمت ہے اور اس کی قدر کرنا مسلمان کی ذمہ داری ہے۔یہ دنیاوی زندگی چند روزہ ہے، اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور یہ چند روزہ زندگی اس لیے دی گئی ہے کہ آدمی نیکیاں کر کے اپنی ہمیشہ والی زندگی میں کامیاب ہوجائے۔یہ دنیا دار الامتحان ہے، یہاں قدم قدم پر مصائب کا سامنا ہوگا، اللہ پاک نے انسانوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ پریشانیوں میں گھرا رہے گا، وہ پریشانیوں سے مکمل دور ہو ہی نہیں سکتا، یہ دنیا اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے ناکافی ہے، لامحدود خواہشات کی تکمیل کے لیے لامحدود زندگی آخرت کی ہے۔دنیا میں کسی کو بھی اس کی خواہشات کے مطابق سب کچھ نہیں مل سکتا۔یہ کائنات اللہ کی بنائی

ہوئی ہے اور یہاں جو کچھ بھی رونما ہو رہا ہے وہ اللہ کی مرضی اور منشا کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہوسکتا۔ فائدہ ونقصان، مرض و صحت اور خوشحالی وبدحالی سب اللہ کے حکم سے ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ مرض، پریشانی، مصیبت، خسارہ وغیرہ سب اللہ کی جانب سے ہے اور وہی اللہ انہیں صحت، آسانی اور فائدے سے بدلنے کی قدرت رکھتا ہے۔ ناامیدی کفر ہے اور اللہ بندے کے لیے ویسا ہو جاتا ہے جیسا وہ اللہ کے بارے میں یقین بنالیتا ہے۔ اللہ نے قرآن کریم میں انبیاء کے واقعات کو تفصیل سے ذکر کرکے بتلایا ہے کہ خود اس کے برگزیدہ بندوں کو کس طرح کے حالات کا سامنا رہا۔

خودکشی کرنے والا آدمی اللہ سے سوءظن رکھتا ہے ورنہ وہ اچھی امید رکھتا تو کبھی خودکشی نہ کرتا۔ پھر اس کی سب سے بڑی خام خیالی یہ ہوتی ہے کہ وہ خودکشی کے ذریعے تمام مصائب وآلام سے نجات پا جائے گا جب کہ دراصل وہ اپنے آپ کو زیادہ بڑے اور پائیدار مصائب وآلام کی بھٹی میں جھونک رہا ہوتا ہے۔ خودکشی بزدلانہ اور مجرمانہ اقدام ہے۔ اس کی ہر سطح پر مذمت ہونی چاہیے۔ خودکشی کرنے والے سے ہمدردی کا اظہار یا اس کے اس عمل کی کسی بھی سطح پر تبریر انسانی سماج کے لیے نقصاندہ ہی ہے۔ انسان جب کسی طرح کی پریشانی، مصیبت، اضطراب، دیوالیہ پن یا خسارے سے دوچار ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ:

(1) جو ہوا مقدر تھا اور اللہ اس کیفیت سے نجات دینے والا ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (2) اصرار کے ساتھ اللہ سے دعا کرے، فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام کرے اور مدد طلب کرے۔ (3) پریشان ہو کر دعا کرنا نہ چھوڑے، بدگمانی میں نہ پڑے۔ اللہ پر بھروسہ رکھے اور صبر سے کام لے۔ یاد رکھے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (4) اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھے، ان لوگوں کو دیکھے جو اس سے زیادہ پریشان ہیں اور پھر بھی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے حوصلہ ملے گا، شکر کا بھی جذبہ پیدا ہوگا اور انسان گھبراہٹ اور برے وساوس سے محفوظ رہے گا۔ (5) قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرے، معانی ومطالب پر غور کرے بطور خاص انبیاء کرام کے واقعات سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ (6) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی سیرت کا مطالعہ کرے اور سوچے کہ جب ایسے برگزیدہ بندوں کو ایسے دن دیکھنے پڑے کہ انہیں زدوکوب ہونا پڑا، وہ مختلف قسم کی ایذا رسانیوں سے دوچار ہوئے، مہینوں ان کے گھر چولہا نہیں جلا، پیٹ پر پتھر رکھنے پڑے۔ لیکن صبر کا دامن کبھی نہیں چھوڑا (7) علاوہ ازیں بے حوصلہ ہو کر بیٹھ نہ جائے بلکہ اپنے ذمے کا کام کرتا رہے، اپنی کوشش میں کمی نہ کرے اور انجام اللہ کے سپرد کردے، اللہ ضرور سرخرو کرے گا۔ (8) ہمیشہ یاد رکھئے کہ خودکشی بزدلوں کا شیوہ ہے۔ اللہ پر ایمان رکھنے والوں سے ایسی بزدلانہ حرکت کبھی سرزد نہیں ہوسکتی۔

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبہ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایسے ہیں جو ظاہر ہیں اور مشہور و واضح ہیں اور آپ کا سب سے بڑا دائمی معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ قرآن ایسا ظاہر اور دلائل سے بھرپور ہے کہ نہ تو اس کے سامنے، نہ دائیں، نہ بائیں، نہ آگے اور نہ پیچھے ہی سے باطل آسکتا ہے اور یہ قرآن ایسی ذات کی جانب سے آیا ہے جو حکیم اور ستودہ صفات ہے اور اس قرآن نے زمانے کے بڑے بڑے بلاغت وفصاحت کے ماہرین کو عاجز کردیا کہ اس طرح کا قرآن لے آئیں، اگر پوری مخلوق مل کر اس جیسا قرآن لانا چاہے یعنی لکھنا و تیار کرنا چاہے تو نہیں لاسکتے، اس چیلنج کا قرآن میں یوں ذکر ہے جس کے الفاظ و معنی کو آپ بھی پڑھیں:

’’قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَـذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً‘‘ (الاسراء:۸۸)

کہہ دیجئے کہ تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو نہیں لاسکیں گے گو کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

اللہ نے تمام لوگوں کو ان کی اکثریت، ان کی فصاحت اور ان کی دشمنی کے باوجود ان کو چیلنج کیا کہ اس جیسا قرآن لے آؤ اور آج تک اور رہتی دنیا تک قرآن کا یہ چیلنج باقی ہے اور باقی رہے گا اور اس قرآن کے علاوہ آپ کے بے شمار معجزات ہیں جن کا ذکر کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ بہت ہیں مگر ان میں سے چند کو ذکر کررہے ہیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ درخت کے ساتھ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ’’ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ایک کشادہ وادی میں اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے نکل پڑے میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے دیکھا کہ کوئی چیز پردہ کرنے کے لئے نہیں ہے اور وادی کے کنارے پر دو درخت تھے تو آپؐ ان درختوں میں سے ایک کی طرف گئے اور آپ نے اس کی ایک ٹہنی پکڑی اور کہا اللہ کے حکم سے میرے پیچھے آؤ تو وہ درخت آپؐ کے پیچھے چل پڑا جیسے کہ اونٹ کی رسی پکڑ کر اس کو گھمانے والا گھمائے یہاں تک کہ اس درخت کو دوسرے درخت کے پاس لے آئے اور دونوں کو ملا کر فرمایا تم لوگ اللہ کے حکم سے میری تابعداری میں رہو تو وہ درخت اسی طرح آپ کی ضرورت ومرضی کے مطابق رہے یعنی دونوں ایک ساتھ جڑ گئے اور اس طرح پردہ ہو گیا۔ راوی آگے کہتے ہیں کہ میں وہاں سے ہٹ گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری قربت کا احساس نہ ہو اور میں بیٹھا اپنے دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے اور دونوں درخت پھر الگ الگ اپنی جگہوں پر جاکر کھڑے ہوگئے۔‘‘ اس حدیث کو امام مسلم نے بیان کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ’’حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت آپ غمگین بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اہل مکہ نے مارا تھا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا ہوا ہے؟ آپ نے کہا فلاں فلاں نے میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے، اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ تم کو نشانی دکھلاؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہاں اس وقت ایک درخت کی طرف دیکھا جو وادی کے پیچھے تھا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا تم اس درخت کو بلاؤ آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ درخت آگیا اور زمین پھٹ گئی اور درخت آپ کے سامنے اس زمین میں کھڑا ہوگیا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا اس کو حکم دو کہ وہ اپنی جگہ پر لوٹ جائے تو وہ درخت آپ کے حکم سے دوبارہ اپنی جگہ لوٹ گیا تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بس یہ میرے لئے کافی ہے۔‘‘ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

۲۔ پتھر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اب بھی جانتا ہوں مکہ میں اس پتھر کو جو میری بعثت سے قبل مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکی دور میں مکہ کے بعض اطراف میں نکلتے وقت جو درخت اور پہاڑ ملتے تھے وہ کہتے تھے **السلام علیک یا رسول اللہ!** اس حدیث کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔

۳۔ کھانا زیادہ ہونے کا معجزہ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک پیالہ ثرید (ایک قسم کا کھانا جس میں روٹی کو ٹکڑا ٹکڑا کرکے سالن میں ملا دیا جاتا ہے) آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور پوری قوم نے کھایا اور برابر

لوگ آتے رہے اور کھاتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت قریب آ گیا، ایک جماعت کھا لیتی وہ لوگ کھا کر اٹھ جاتے پھر اس کے بعد دوسری جماعت آتی اس طرح یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ ایک آدمی نے پوچھا کھانا بڑھتا تھا تو اس نے جواباً عرض کیا زمین سے تو اس کھانے میں اضافہ نہیں ہوتا تھا مگر آسمان سے کھانے میں اضافہ ہو رہا تھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزہ دیا گیا تھا یہ ان میں سے ایک تھا)۔ (رواہ احمد)

۴۔ حضرت ام سلمہؓ کے گھی میں اضافہ کا معجزہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے روایت کیا ہے کہ: ''ان کے پاس ایک بکری تھی انہوں نے اس کے گھی کو ایک مشکیزہ میں رکھا تو وہ بھر گیا اور اس کو اپنی ربیبہ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا جب وہ گھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر آئی تو اس مشکیزہ کو ایک کھونٹی پر لٹکا دیا جب ام سلمہ آئیں تو دیکھا کہ مشکیزہ بھرا ہوا ہے اور ٹپک رہا ہے ام سلمہؓ نے ربیبہ سے کہا کہ اے ربیبہ! کیا تم نے گھی پہنچایا نہیں؟ اس نے جواباً کہا: پہنچا دیا، اگر آپ کو تصدیق کرنا ہو تو چلئے میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں ام سلیم ربیبہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بولیں کہ میں نے اس ربیبہ کے ذریعہ ایک مشکیزہ گھی بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اس نے پہنچا دیا ہے، ام سلمہؓ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، وہ مشکیزہ تو گھی سے بھرا ہوا ہے اور مزید باہر ٹپک رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ام سلیمؓ کیا تعجب کرتی ہو! اللہ تم کو کھلائے جس طرح تم نے اس کے نبی کو کھلایا، آگے ام سلیمؓ کہتی ہیں کہ میں گھر آئی اور اس گھی کو کوئی برتن میں رکھا اور ایک یا دو مہینہ تک اس گھی سے سالن بناتی رہی۔''
اس حدیث کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

۵۔ جانوروں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

۱۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے جانوروں کے باڑوں میں سے ایک باڑے میں داخل ہوئے وہاں ایک اونٹ بڑبڑاتے ہوئے آپ کے پاس آیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سہلایا اور تھپتھپایا تو وہ خاموش ہو گیا، آپ نے کہا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار میں سے ایک جوان آیا اور کہا: یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ ہے، آپ نے کہا: کیا تم ان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تم تھکاتے ہو اور اس کو پیٹ بھر کھانا نہیں دیتے ہو۔ اس حدیث کو احمد نے بیان کیا ہے۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو دن کے ابتدائی حصہ میں پکڑ لیا تو چرواہے نے اس سے چھین لیا بھیڑیے نے اپنے سرین و دم کے بل بیٹھ کر کہا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو کہ اللہ نے مجھے جو روزی دی اس کو تم نے مجھ سے چھین لیا چرواہے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے اذان دینے کا حکم دیا پھر آپ نکلے اور چرواہے سے کہا تم وہ خبر لوگوں کو بتلاؤ چرواہے نے اپنی اور بھیڑیئے کی گفتگو کی تفصیل لوگوں کو سنائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا سچ کہا چرواہے نے، اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک درندے انسانوں سے بات نہ کرنے لگیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاء کی قبولیت کا بیان

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میری گردن یا دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھا پھر کہا: ''اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ'' اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ یہ دعا آپ نے اپنے چچا زاد بھائی کے لئے کی تو وہ امام ہو گئے، لوگ ان کے ذریعہ علم سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے ان کی عمر اور ان کے مال و اولاد میں کثرت کے لئے دعا کی کہ ''اَللّٰهُمَّ اَطِلْ عُمُرَهُ وَاَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ'' (رواہ طبرانی) اے اللہ انس بن مالکؓ کی عمر لمبی کر دے اور ان کے مال و اولاد میں برکت عطا کر۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے سو سال زندہ رہے اور ان کے پاس ایک باغ تھا جو سال میں دو بار پھلتا تھا اور ان کی صلبی اولاد تقریباً سو تھی۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیمؓ اور ابو طلحہ کے لئے دعا کی تو ام سلیم کو لڑکا پیدا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا پھر اس کے بعد عبداللہ سے نو اولاد ہوئی اور ان لوگوں نے قرآن حفظ کیا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی: ''اللهم اجب دعوته و سدد رميته'' اے اللہ ان کی دعا قبول فرما اور ان کو نشانہ باز بنا دے۔ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے۔

(ماخوذ: الرسول الأعظم)

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

لو جہاد: کتنی حقیقت کتنا فسانہ

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نور العین سنابلی

''لو جہاد'' ایک سیاسی لفظ ہے۔ کسی مذہب یا دھرم سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ مذہب اسلام تو اس طرح کے سبھی خلاف مروءت چیزوں سے مبرا اور منزہ ہے اور اپنے متبعین کو ہر طرح کی لایعنی چیزوں سے روکتا ہے۔ مذہب اسلام کی واضح تعلیم ہے "من حسن اسلام المرء ترکه مالا يعنيه" یعنی انسان کے اسلام کی بہتری کی دلیل یہ ہے کہ وہ فالتو اور لایعنی کاموں سے دور رہے۔ (سنن ترمذی/۲۳۱۸، سنن ابن ماجہ/۳۹۷۶، صححہ الألبانی)

جی ہاں، موجودہ دور میں جنسی بے راہ روی خطرناک حد تک پھیلی ہوئی ہے۔ جنسی انارکی کا عالم یہ ہے کہ ہوس کے پیچھے انسان شتر بے مہار بنا ہوا ہے، بے لگام شہوت رانی کی وجہ سے انسان انسان نہ رہ کر جانور بن گیا ہے۔ آج انسان ہر جائز وناجائز ڈھنگ سے اپنی شہوت کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ زناکاری اور بدکاری کا گراف اوپر چلا گیا ہے اور ستم بالائے ستم دنیا کے خود ساختہ نظام بھی آگ میں گھی ڈالنے کا کام کرتے ہیں۔ انسانی قلوب واذہان میں اٹھنے والے غلط خیالات کو عملی جامہ پہنانے میں مدد کرتے ہیں، انہیں آزادی کے نام پر غلط کاری کی کھلی چھوٹ دیتے ہیں جبکہ اس تعلق سے ہم اسلامی تعلیمات کو دیکھتے ہیں تو وہ بڑی واضح اور صاف ستھری ہیں۔ ہر طرح کی آوارگی پر قدغن لگاتی ہیں اور بے حیائی کے جملہ انواع واقسام سے روکتی ہے۔ مذہب اسلام نے صرف بیوی کے ساتھ جنسی تعلقات کی اجازت دیتی ہے۔ یہی نہیں، حدیثوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار حدیثوں میں شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے انسان کو جنت کی خوش خبری دی ہے اور کہا ہے "من يضمن لي ما بين لحييه و ما بين فخذيه ضمنت له الجنة" یعنی اگر کوئی شخص اپنے دونوں جبڑوں اور دونوں رانوں کے درمیان موجود چیزوں کی حفاظت کی گارنٹی دیتا ہے تو میں اس کے لئے جنت کی گارنٹی دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری/۶۴۷۴)

ایک طرف یہ آسمانی نظام ہے جس میں شرم گاہ کی حفاظت کی تعلیم ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ دوسری طرف دنیوی نظامہائے حکومت ہیں جن کے مطابق اگر لڑکے اور لڑکیاں شادی سے پہلے ہی بلوغت کے بعد باہم رضامندی سے تعلق قائم کرتے ہیں تو اسے روشن خیالی کا نام دیا جاتا ہے اور اگر اس سے کوئی باز رہنے کی تلقین کرتا ہے تو اسے قدامت پسند ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔

عہد نبوی کے پاک باز نفوس صحابہ کرام کی جماعت میں سے دو پاکیزہ ہستیوں سے بھی یہ خطا سرزد ہوگئی تھی۔ ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا سرزد ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت پروان چڑھے تھے۔ اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ دوڑے ہوئے دربار نبوی میں حاضر ہوتے ہیں اور پھر ان پر حد نافذ ہوتی ہے اور انہیں سنگسار کردیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم/۱۶۹۵)

اسی طرح سے غامدیہ کا واقعہ بھی آپ دیکھیں۔ شیطان کے بہکاوے میں آکر زنا جیسی گھناونی غلطی سرزد ہوجاتی ہے لیکن صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ یہ خاتون احساس ندامت میں خدمت نبوی میں حاضر ہوتی ہے اور اپنے آپ کو تطہیر کے لئے پیش کرتی ہے۔ زنا سے وہ حاملہ ہوتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ بچے کی ولادت کی بعد آئیں۔ ولادت کے بعد آتی ہیں تو رضاعت کے بعد آنے کا حکم دیتے ہیں اور پھر ان پر حد نافذ کرتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد/۴۴۴۰، صححہ الالبانی)

مذہب اسلام نے جنسی تسکین کے لئے حلال ذریعہ بنایا ہے۔ اگر اسے کوئی حرام ذریعہ سے تکمیل کرتا ہے تو شادی شدہ ہونے کی وجہ سے سنگسار کیا جائے گا اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا۔ اب ان سختیوں کے بعد بھلا کوئی کیوں کر اس گناہ کے لئے ہمت کرسکتا ہے۔ سیرت نبویہ کا مطالعہ کرنے سے ایک عجیب وغریب واقعہ ملتا ہے کہ ایک شخص قبول اسلام کے موقع پر شرط رکھتا ہے کہ اسے زناکاری کی اجازت دی جائے لیکن نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی عمدہ اسلوب کے ذریعہ اس کے ذہن میں یہ بات جاگزیں کردی کہ یہ عمل انتہائی قبیح ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہاری والدہ ہیں، بہنیں ہیں، خالہ ہیں تو اس نے جواباً کہا کہ جی ہاں، یہ سبھی رشتے دار ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اگر کوئی ان کیساتھ یہ گھناؤنا کام کرے تو تمہیں کیسا لگے گا۔ اس نے کہا: مجھے بالکل پسند نہیں آئے گا۔ آپ نے کہا کہ پھر سوچو اور دماغ کا استعمال کرو کہ جس کے ساتھ تم زنا کروگے، وہ بھی تو کسی کی بہن، ماں اور خالہ ہوگی۔ جب تمہیں پسند نہیں کہ تمہارے رشتے داروں کے ساتھ ایسا کیا جائے تو بھلا دوسرا کوئی انسان کیوں کر یہ پسند کرے گا کہ یہ کام اس کے رشتے داروں کے ساتھ انجام پائے۔ اس شاندار اسلوب سے وہ نوجوان متاثر ہوا اور اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کردہ اپنی درخواست کو واپس لیا اور کہا کہ اب اس گھناونے عمل کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔

ایک مسلمان کو سب سے پہلے ان حقائق کو ذہن نشین رکھنا چاہئے اور دوسری طرف اسے یہ بھی ازبر رکھنا چاہئے کہ اسلام الفت ومحبت کا مخالف نہیں ہے بلکہ اسلام

نے الفت ومحبت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ایک بیوی کی نظر میں شوہر کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا ہے کہ **لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها** یعنی اگر میں انسانوں میں سے کسی کو کسی کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو خاتون کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔(سنن ابن ماجہ/۱۸۵۳، صحیح الالبانی) نیز شوہر کو حکم دیا کہ وہ بیوی کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آئے اور اس کے آرام و آسائش کا ہمہ وقت خیال رکھے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"**خيركم خيركم لأهله و أنا خيركم لأهلي**" یعنی تم میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے بال بچوں کے لئے سب سے اچھا ہو اور میں تم لوگوں میں اپنی بال بچوں کے لئے سب سے اچھا ہوں۔(سنن ترمذی/۳۸۹۵، سنن ابن ماجہ/۱۹۷۷، صحیح الألبانی) یہی نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بیوی کو خیر متاع الدنیا یعنی دنیا کی سب سے بہترین نعمت قرار دیا ہے بلکہ اگر انسان اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے اور اپنی خانگی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتا ہے تو اس کا بھی اسے ثواب ملتا ہے۔اور جائز ڈھنگ سے اپنی حاجت کی تکمیل کرتا ہے تو اس پر بھی اسے اجروثواب حاصل ہوتا ہے۔

اللہ اللہ! غور فرمائیں کہ مذہب اسلام نے کس طرح سے نیک رشتہ کے ساتھ محبت کی تلقین کی ہے اور زنا و بدکاری سے کس طرح سے روکا ہے۔اب گرل فرینڈس اور بوائے فرینڈس کا مغربی کلچر جو ہمارے معاشرے کو بھی اپنے نرغے میں لے چکا ہے، ذرا اسے بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جنسی بے راہ روی میں ان چیزوں کا کتنا بڑا ہاتھ ہے لیکن افسوس صد افسوس! موجودہ وقت میں بعض دین سے نابلد، شرپسند، ہوس کے پجاریوں اور شہوانی جذبات سے مغلوب حیوان نما بعض انسانوں کے کرتوت کو کچھ لوگوں نے لو جہاد کا نام دے دیا ہے اور جمہوریت کا چوتھا ستون جو اپنا وقار پوری طرح سے کھو چکا ہے اور اپنی حرکتوں کی وجہ سے گودی میڈیا کے نام سے معروف ہوا ہے نے اس کی خوب تشہیر کی ہے۔لو جہاد نامی پروپیگنڈہ اور سازش کے ذریعہ وہ یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلم نوجوان منظم سازش کے تحت ہندو لڑکیوں کو شادی کے جھانسے میں پھنسا کر مسلمان بناتے ہیں اور پھر ان کا دھرم پریورتن کرواتے ہیں۔شہوت میں مغلوب جانور نما انسان اور غلط کام کرنے والا انسان مذہب کے پرچار و پرسار کی باتیں کب سے سوچنے لگے گا۔ایسا انسان اہل کتاب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی لڑکی سے شادی کرتا ہے اور وہ لڑکی اپنے مذہب پر قائم ہوتی ہے تو یہ شادی اسلام کی نظر میں ناقابل قبول ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ (البقرہ:۲۲۱) یعنی مشرک خواتین سے شادی نہ کرو حتی کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:"وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" (سورة الممتحنة/۱۰) یعنی "اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضہ میں نہ رکھو۔"

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو کافر بیویوں کو طلاق دے دیا اور یہی شریعت کی تعلیم بھی ہے کہ ہمیں کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنے کی شرعی ناحیہ سے اجازت نہیں ہے۔اگر کوئی انسان ایسا کرتا ہے تو وہ گنہگار رہے اور ان دونوں سے پیدا ہونے والی اولاد ناجائز ہوگی کیونکہ یہ شادی ہی غیر معتبر ہے۔

اس کے برعکس اگر لڑکی مشرف باسلام ہو جاتی ہے تو پھر اس موقع پر دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے محض شادی کے لئے اسلام قبول کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا اسلام قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اسلام دنیا کا واحد ایسا مذہب ہے جس میں نیتوں میں موجود فتور کی وجہ سے بڑی سے بڑی نیکی اکارت جاتی ہے اور نیک نیتی کی وجہ سے مباح کام پر بھی انسان ثواب سے محظوظ ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی انسان مذہب اسلام محض اس وجہ سے قبول کرتا ہے کہ وہ کسی سے شادی کر سکے، کسی کی محبت پا سکے اور کسی کا جیون ساتھی بن سکے تو یہ اسلام میں قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ یہاں اسلام قبول کرنے والے کے دل میں اخلاص وللّٰہیت کا فقدان ہے، اس کا مطمح نظر دنیاوی مال ومنال اور زن کا حصول ہے جس کی وجہ سے یہ انسان سچا اور پکا مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔عہد رسالت کا ایک واقعہ ہم دیکھتے ہیں جسے امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر ۹/۱۰۳ میں روایت کیا ہے، امام مزیؒ نے تہذیب الکمال ۱۶/۱۲۶ میں اور امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۹۰ میں سید بن منصور کے ترجمہ میں اسے ذکر کرنے کے بعد اس کی سند کو صحیح کہا ہے کہ ایک شخص نے کسی خاتون کو نکاح کے لئے پیغام بھیجا۔اس خاتون نے شرط رکھی کہ وہ ہجرت کریں، پھر وہ شادی کرے گی۔وفور محبت میں اس شخص نے ہجرت کی اور پھر اس خاتون سے شادی کی۔اس بات کا علم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں فرمایا:"**انما الأعمال بالنيات، و انما لكل امرئ مانوى، فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته الى ماهاجر اليه**" یعنی سبھی کاموں کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کو وہی چیز حاصل ہوگی جس کی وہ نیت کرے گا۔اگر کوئی انسان دنیا کے حصول کے لئے یا کسی خاتون سے شادی کے لئے ہجرت کرے گا تو پھر اس کی ہجرت کا حاصل وہی ہوگا۔(صحیح بخاری/۱، صحیح مسلم/۱۹۰۷)

آپ اس حدیث کریمہ کو دیکھیں کہ کس طرح سے اس میں شادی کے مقصد سے ہجرت جیسے فضیلت یافتہ عمل کو انجام دینے والے سے کہا جارہا ہے کہ اس کی ہجرت اکارت ہے اور اسے اس کا ثواب حاصل نہیں ہوگا جبکہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعہ میں وارد ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استفسار کے جواب میں فرمایا تھا کہ جہاں اسلام قبول کرنے سے انسان کے سابقہ سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں وہیں "**ان الهجرة تهدم ما كانت قبلها**" کہہ کر

بتایا تھا کہ ہجرت سے انسان کے سابقہ سارے گناہ پر اللہ تعالیٰ عفو کا قلم پھیر دیتا ہے۔(صحیح مسلم/۲۰۲)

تو بھلا کوئی انسان اسلام اس مقصد سے قبول کرتا ہے تو پھر اس کے حق میں کیا کہا جائے گا؟ پھر موجودہ دور میں موبائل، سوشل سائٹس اور دوسرے اختلاط کی جگہوں سے پروان چڑھنے والی حرام محبت اور پھر اس نام نہاد محبت سے سرشار فریقین کا دھرم الگ الگ ہو اور اس مقصد سے کوئی کسی کو اسلام قبول کرنے کو کہتا ہے یا وہ شادی کی غرض سے ازخود اسلام قبول کرتا ہے تو اسے کیا کہا جائے گا؟ اس کی نیت خالص نہیں ہے اور قبولیت اسلام کے پس پردہ دنیاوی اغراض وابستہ ہیں جس کی وجہ سے اس کے اسلام کو بہر حال عمدہ اور بہتر نہیں کہا جا سکتا۔

اس کے برعکس اگر کوئی مسلم لڑکی کسی غیر مسلم سے شادی کرتی ہے تو یہ متفقہ طور پر حرام ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:"وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا" یعنی تم لوگ مشرکوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔

اسی طرح سے ایک دوسری آیت کریمہ میں ہے:"فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا" (سورۃ الممتحنۃ/ ۱۰) یعنی اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں۔

یہ دونوں آیات کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ کسی کافر سے مسلم لڑکی یا خاتون کی شادی درست نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے بیزار تصور کی جائے گی۔

البتہ شریعت اسلامیہ نے مسلم مردوں کے لئے پاک دامن، نیک سیرت اور عمدہ خصلت کے حامل اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کی لڑکی سے شادی کو مباح قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ" (سورۃ المائدۃ/ ۵) یعنی کل پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لئے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے، اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو، اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو یہ نہیں کہ علانیہ زنا کرو یا پوشیدہ بدکاری کرو۔

یہاں مذہب اسلام نے کتابیہ سے شادی کی اجازت تو دی ہے لیکن اس کے محصنہ یعنی پاک دامن اور نیک سیرت نیز ہر طرح کے فحش کاموں سے دور ہونے کی شرط بھی لگائی ہے اور کہا ہے کہ اگر کوئی ایسی لڑکی ہو تو اس سے شادی کی جا سکتی ہے۔پھر بھی فقہاء نے موجودہ دور کی کتابیہ کے سلسلے میں کچھ تفصیلات ذکر فرمائے ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

لیکن یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ایک مسلم مرد اہل کتاب کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے لیکن کوئی مسلم لڑکی کسی یہودی یا نصرانی سے شادی کرنا چاہے تو فقہائے کرام نے اجماعی طور پر اسے حرام قرار دیا ہے اور ایسی شادیوں کے بارے میں متفقہ طور پر کہا ہے کہ اس قبیل کی سبھی شادیاں غیر معتبر اور غیر صحیح ہیں۔

لیکن یہاں ہمارے ملک میں لو جہاد کی جو خود ساختہ اصطلاح چلائی جا رہی ہے، اس تعلق سے جب ہم سیاسی لیڈروں کے بیانات کو دیکھتے ہیں تو معلوم چلتا ہے کہ بھلا ایک مسلم نوجوان کیوں کر اپنی شناخت کو چھپا کر کسی لڑکی کو اپنی جھوٹی محبت کے جھانسے میں لے گا اور پھر اس سے شادی کر کے اس پر دباؤ ڈالے گا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ جب مذہب اسلام نے صرف شادی کی نیت سے ہجرت جیسی عبادت کو اجر و ثواب سے عاری قرار دیا تو بھلا مذہب اسلام اس حرکت کی کیوں کر ہمت افزائی کر سکتا ہے؟ اگر کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے تو اس کے عمل کو مذہب اسلام سے کیوں کر جوڑ کر دیکھا جائے گا؟ ہر دھرم میں اس طرح کے منچلے اور سرپھرے نوجوان ہوتے ہیں جو اپنی حرکتوں کے ازخود ذمہ دار ہوتے ہیں۔انہیں کسی مذہب کا ترجمان مان لینا یا ان کے کاموں کو کسی مذہب کی ترجمانی بتا دینا بہر حال سراسر ناانصافی ہے۔خود ہندو دھرم میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو مسلم دوشیزاؤں سے شادیاں کرتے ہیں جو اسلام کی رو سے سراسر غلط ہے لیکن اسے نہ تو لو جہاد کے زمرے میں رکھا جاتا ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مستقل ایکٹ اور قانون بنایا جاتا پھر کچھ آوارہ قسم کے مسلم لڑکوں کے کالے کرتوتوں پر اس قدر ہو ہلا کیوں؟ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حکومتیں نوجوانوں کی بے راہ روی کو روکنے کے لئے موثر اقدام کرتیں، والدین حضرات اپنی ذمہ داری نبھاتے اور مسلم ہیں تو اپنے بچوں کو تعلیم دیتے کہ غیر مسلموں سے رشتہ کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہیں۔ غیر مسلم ہیں تو انہیں بھی سمجھاتے لیکن معاشرے میں ہم اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں پوری طرح نااہل ثابت ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کا پورا زور ہے کہ کسی طرح سے اپنی ناکامیوں کا ٹھیکرا کسی دوسرے کے سر پھوڑ دیں اور اسے بدنام کر دیں۔اللہ تعالیٰ نے بجا فرمایا ہے:"يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ" (سورۃ التوبۃ/ ۳۲) یعنی اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے، اگر چہ مشرک برا مانیں۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆☆☆

ذکر الٰہی

ترجمہ وتوضیح: مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم

علماء نے لکھا ہے کہ ذکر الٰہی کی دو قسمیں ہیں:

(ا) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ذکر کرنا، اس کی حمد وثنا بیان کرنا، اور جو چیزیں اس کے شایان شان نہیں ہیں ان سے اس کی تنزیہہ اور تقدیس کرنا۔

اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(الف) یہ کہ حمد وثنا کا بیان خود ذکر کرنے والے کی جانب سے ہو، جیسے: **سبحان الله، والحمد لله، والله أكبر، ولا اله الا الله، ولا حول ولا قوة الا بالله.**

(ب) یہ کہ حمد وثنا توقیفی ہو، یعنی ذکر الٰہی اس طرح بیان کیا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے بیان کیا ہے، یا رسول اکرم ﷺ نے بیان کیا ہے۔ اس میں کسی طرح کی تحریف، تعطیل، تشبیہ اور تمثیل نہ ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت سمع، بصر اور علم کو اسی طرح مانا جائے جس طرح کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

(۲) اللہ کے اوامر، نواہی اور احکامات کا ذکر کرنا۔

اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

(الف) یہ بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے، اس کام سے روکا ہے، اسے یہ چیز پسند ہے، اسے وہ چیز پسند نہیں ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کو اس کے اوامر کے وقت یاد کرنا اور اس پر عمل کرنے کے لئے جلدی کرنا، اور اس کے نواہی کے وقت بھی اسے یاد کرنا، اور اس کی منہیات سے دور بھاگنا۔ (الوابل الصیب: ابن القیم (ص ۱۷۸۔۱۸۱) تحقیق وتخریج بشیر عیون، ط دار البیان۔ دمشق ۱۴۰۶ھ)

ذکر الٰہی میں ہر اس دعاء وذکر کا دہرانا اور پڑھنا شامل ہے جو شرعاً ثابت ہوں۔ گھروں اور مسجدوں میں منعقد ہونے والی مجلس ذکر بھی اس میں شامل ہیں۔ اسی طرح ان احکام وفیصلہ الٰہی کا بیان بھی اس میں شامل ہے جو لوگوں کو درپیش ہوا کرتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت اور نیکوکاروں کے لئے اس کی جزاء اور بدکاروں کے لئے اس کے عذاب کے یاد آنے پر اس کے اوامر ونواہی کی تنفید میں عجلت بازی بھی ذکر الٰہی میں ہی داخل ہے۔

ایک مومن کو یکہ وتنہا یا دوسروں کی معیت میں ذکر الٰہی سے سرشار رہنا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے: **اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** ”آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں، اور کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! تونے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے، پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے“ (آل عمران: ۱۹۰۔۱۹۱)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يقول الله تعالى: أنا عند حسن ظن عبدى بى، وأنا معه حين يذكرنى، ان ذكرنى فى نفسه ذكرته فى نفسى وان ذكرنى فى ملأ ذكرته فى ملأهم خير منهم وان تقرب منى شبرا تقربت اليه ذراعا وان تقرب الى ذراعا تقربت منه باعا وان أتانى يمشى أتيته هرولة**

”میں اپنے بندے کے (ساتھ معاملہ کرنے میں اس کے) حسن ظن کے مطابق ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ رہتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میری جانب ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی جانب ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ ایک ہاتھ میری جانب آتا ہے تو میں ایک گز بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کے قریب آتا ہوں۔“ (صحیح مسلم (۰۶۔۶۸۰۵، ۶۸۳۲) ط دار السلام۔ ریاض و(۲۶۷۵) ط فوائد عبد الباقی)

انسانی ضمیر کے جھنجھوڑنے اور نفس کی تربیت میں ذکر الٰہی کا زبردست اثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡن ”ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں، اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“ (الانفال: ۲)

بلاشبہ ہر قسم کا ذکر الٰہی شخصی تربیت کے اسالیب میں سب سے کامیاب اسلوب ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک پوری امت کی تربیت میں بھی اس اسلوب کو بڑی اہمیت ہوتی

ہے۔جس نے اس اسلوب کو نہیں اپنایا اس نے شیاطین انس وجن اوران کے اعوان واخوان کے لئے ایسا میدان مہیا کردیا ہے جو اسے صراط مستقیم سے بھٹکانے کے لئے آسانی پیدا کردیتا ہے، اور یہی وہ لوگ ہیں کہ نعوذ باللہ جن کی مذمت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کی ہے:

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (الزمر:۴۵)

''اور جب اللہ کا اکیلے ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے، اور جب اس کے سوا (اور کا) ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہوجاتے ہیں۔'' (الزمر:۴۵)

نیز فرمایا: ''اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔'' (الزخرف:۳۶)

اور رسول اکرم ﷺ نے بہت سی احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی مداومت کی ترغیب دی ہے جن میں سے چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: **ما عمل آدمی عملا قط أنجی له من عذاب الله من ذکر الله** ''اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سب سے زیادہ نجات دلانے والا عمل اللہ کا ذکر ہے۔'' (مسند امام احمد (۵/۲۳۹) صحیح الجامع (۵۵۲۰) میں البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

علامہ ابن قیمؒ نے ذکر کے تقریباً سو فوائد کا تذکرہ کیا ہے۔ہم قاری کو نصیحت کرتے ہیں کہ ان فوائد کا مطالعہ کریں، کیونکہ ابن القیمؒ نے جو نفیس اور قیمتی جواہر پارے جمع کردیئے ہیں کہیں دوسری جگہ نہیں ملتے۔

علامہ ابن قیمؒ نے سلف صالحین کے متعدد اقوال اور روایات کا تذکرہ اوران کے نفوس وارواح پر ذکر الٰہی کے اثرات کا تذکرہ کیا ہے۔لکھتے ہیں کہ ''میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور تقریباً دوپہر تک ذکر واذکار میں مصروف رہے۔پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہ میرا ناشتہ ہے، اگر میں اسے نہ لوں تو میری قوت ختم ہوجائے گی...''

نیز ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ کے ذکر واذکار سے کچھ دیر کے لئے اس لئے رک جاتا ہوں کہ نفس کو آرام دے لوں اور دوسرے ذکر کے لئے اسے تیار کرلوں...''

اور میں نے شیخ الاسلامؒ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا میں ایک جنت ہے جو اس میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں نہیں داخل ہوسکتا۔

اور فرمایا: میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں جب کہ میں اپنی جنت ہوں اور میرا باغیچہ میرے سینے میں ہے۔میں جہاں کہیں بھی رہوں وہ میرے ساتھ ہے، مجھ سے جدا نہیں ہوسکتا۔میری قید تنہائی ہے، میرا قتل شہادت ہے اور میری جلاوطنی سیاحت ہے۔'' (الوابل الصیب (ص۸۵-۹۶)

اس باب میں جو اہم اقوال پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک اہم قول یہ ہے کہ اگر دنیا کے بادشاہ اوران کے اعوان اور متبعین ہماری حالت اور کیفیت کو جان لیں تو وہ ہم پر تلوار لے کر ٹوٹ پڑیں گے۔

ایک سرمست نے کہا کہ دنیا کے مساکین وہ ہیں جنہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا کا حقیقی اور سب سے بہتر مزہ نہیں چکھا۔دنیا کا حقیقی مزہ اللہ کی محبت، اس کی معرفت اور اس کا ذکر ہے۔(الوابل الصیب ص۹۷)

ایک شخص نے امام حسن بصریؒ سے اپنی سخت دلی کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اسے اللہ کے ذکر سے باادب بناؤ۔(الوابل الصیب (ص۱۴۲)

اللہ کے ذکر سے شخصی تربیت کے بارے میں امام ابن قیمؒ کے قول کو نقل کرکے ہم اس موضوع کو ختم کردینا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا ہے: جس طرح سونا، چاندی اور تانبا وغیرہ زنگ آلود ہوتے ہیں اسی طرح انسان کا دل بھی زنگ آلود ہوجاتا ہے، اور یہ زنگ اللہ کے ذکر سے دور ہوتا ہے اور انسان کا دل صاف وشفاف آئینے کے مانند ہوجاتا ہے۔جب انسان ذکر الٰہی چھوڑ دیتا ہے تو اس کا دل زنگ آلود ہوجاتا ہے اور جب ذکر کرنے لگتا ہے تو روشن ہوجاتا ہے۔انسان کا دل غفلت اور گناہ دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے اور اس کی صفائی بھی دو ہی چیزوں سے ہوتی ہے، استغفار اور ذکر الٰہی۔(الوابل الصیب (ص۸۲)

ہر قسم کے ذکر الٰہی سے حسنات میں زیادتی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے۔بندہ اپنی ذاتی تربیت میں اسی کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔

(ماخوذ از: التربیة الذاتیة من الکتاب والسنة)

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	183/-

صلاح الدین بن عظیم اللہ

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازوں میں خشوع وخضوع

نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے اس طرح نہیں روکتی ہے کہ مسجد میں آکر کوے کی طرح چند ٹھونگیں ماردیں، سورہ فاتحہ صحیح طریقے سے پڑھ سکیں نہ قومہ کا پتہ نہ قعدہ کا پتہ، مسلمانو یادرکھو کہ جب ہم اللہ کے رسول اور صحابہ کرام کی طرح نماز پڑھیں گے تب نماز ہم کو برائیوں اور بے حیائیوں سے روکے گی کیونکہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: صلوا کما رایتمونی اصلی (الحدیث) نماز ٹھیک اسی طرح پڑھو جس طرح مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اللہ کے رسول اور صحابہ کرامؓ ہماری طرح نماز نہیں پڑھتے تھے کہ سر سجدے میں اور ذہن تفکرات میں گم بلکہ وہ خشوع وخشوع سے نماز پڑھتے تھے۔ حضور پاکؐ اور صحابہ کرام کی نماز کے خشوع وخضوع کے سلسلے میں چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔ اوران سے عبرت حاصل کریں کہ وہ کیسے نماز پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار حضور پاکؐ میرے پاس تشریف لائے کچھ دیر میرے بستر پر لیٹے رہے پھر اٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آنسو سینے مبارک تک بہنے لگے پھر اتنا ہی طویل رکوع کیا اور اس میں بھی روتے رہے، اتنی ہی دیر تک سجدہ کیا اور اس میں بھی روتے رہے پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھے تو بھی روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے نماز فجر کے لئے اذان دی۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ تو معصوم عن الخطاء ہیں آپ کے گناہ پہلے ہی بخش دیئے گئے ہیں پھر بھی آپ اتنا روتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

اللہ کے رسول ایک غزوہ سے تشریف لارہے تھے رات کو ایک جگہ پڑاؤ کیا اور اعلان فرمایا کہ آج کی رات فوج کی حفاظت ونگرانی کے فرائض کون انجام دے گا اس اعلان پر حضرت عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشرؓ نے اپنی خدمات پیش کیں آنخضرتؐ نے قیام کے لئے ایک پہاڑی پر پہرہ داری شروع کردی حضرت عباد بن بشرؓ کو خیال آیا کہ رات بھر دونوں کے جاگنے میں اس کا امکان ہے کہ کس وقت نیند کا غلبہ ہوجائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے اور دشمن دونوں کو غافل پاکر فوج کو کوئی نقصان نہ پہنچادے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رفیق کار حضرت عمار بن یاسرؓ سے کہا کیوں نہ ہم دونوں رات کو دو حصوں میں تقسیم کرلیں اور ایک حصہ میں آپ آرام فرمائیں اور میں جاگتا رہوں اور دوسرے حصہ میں میں سوجاؤں اور آپ جاگتے رہیں کیونکہ دونوں کے مسلسل جاگنے سے کسی بھی وقت نیند آجانے کا امکان ہے اگر جاگنے والا رفیق کوئی خطرہ محسوس کرے تو وہ اپنے سونے والے رفیق کو جگالیں۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کو یہ رائے بہت پسند آئی اور انہوں نے رضامندی ظاہر کی اور طے پایا کہ رات کے پہلے حصہ میں عباد بن بشرؓ جاگیں اور حضرت عمار بن یاسرؓ سوجائیں اور رات کے آخری حصہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ جاگیں اور عباد بن بشرؓ نگرانی کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد عباد بن بشرؓ نے سوچا مجھے جاگنا تو ہے ہی کیوں نہ یہ رات نماز میں گذاریں اس جاگنے میں بھی مدد ملے گی چنانچہ قبلہ رو ہوئے اور نماز کی نیت سے ہاتھ باندھ لی سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ایک طویل سورۃ، سورہ کہف شروع کردی۔ دور سے دشمن نے آپ کو تنہا کھڑا دیکھ کر ایک تیر مارا لیکن آپ نماز میں اتنا منہمک تھے کہ نماز ختم کرنے کو جی نہ چاہا اس نے جب کوئی حرکت نہ دیکھی تو دوسرا تیر مارا پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا ہر تیر آپ کے جسم میں گھستا رہا۔ آپ اس کو نکال کر پھینکتے رہے مگر نماز ختم نہ کی اطمینان سے رکوع وسجود کیا نماز پوری کرکے اپنے رفیق کار حضرت عمار بن یاسرؓ کو جگایا وہ بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ رفیق کار کا جسم لہولہان ہے پوچھا تم نے مجھے شروع میں ہی کیوں نہ جگالیا۔ تو عباد بن بشرؓ کہنے لگے کہ میں نے نماز میں سورہ کہف پڑھنی شروع کردی تھی میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بار بار تیر لگنے سے میں مرجاؤں گا اور آنخضرتؐ نے حفاظت ونگہبانی کی جو خدمت سپرد کی ہے وہ ادا نہ ہوپائے گی تو میں تیر کھا کر مرجاتا مگر نماز نہ ختم کرتا۔

حضرت ربیع بن خیثمؒ نماز میں مصروف تھے ان کا گھوڑا ان کے سامنے بندھا تھا ایک چور آیا اور گھوڑے کو کھول کرلے گیا اگلے دن لوگ گھوڑے کی چوری پر اظہار افسوس کرنے آئے آپ نے فرمایا میرا گھوڑا میرے سامنے ہی چوری ہوا ہے لوگوں نے پوچھا آپ نے کیوں چوری ہونے دی۔ آپ نے فرمایا میں ایسے کام میں مصروف تھا جو مجھے گھوڑے سے عزیز تھا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت مسلم بن یسارؒ نماز پڑھ رہے تھے ان کے گھر میں آگ لگ گئی محلّہ میں شور مچ گیا ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور آگ پر قابو پاگئے۔ محلّہ شور سے گونج رہا تھا مگر آپ نہایت اطمینان سے نماز پڑھ رہے تھے اور اس قدر شور کے باوجود آپ کی نماز کے خشوع وخضوع میں کوئی خلل نہ پڑا نماز سے فراغت کے بعد آپ کو پتہ چلا کہ گھر میں آگ لگ گئی تھی اہل محلّہ نے بجھائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ گھر پر نماز پڑھ رہے تھے آپ کا بیٹا ہاشم قریب ہی

چار پائی پر سو رہا تھا کہ اچانک چھت سے ایک سانپ گرا اور بچے سے لپٹ گیا گھر والے دوڑے ہوئے آئے اور سانپ کو مار ڈالا بہت سے لوگ جمع ہوگئے ہر طرف شور تھا جس کو خبر ملتی ابن زبیرؓ کے گھر کی طرف چل کھڑا ہوتا مگر ابن زبیرؓ کی نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہوا وہ اطمینان سے نماز پڑھ رہے تھے نماز پوری ہوچکی تو بیوی سے بولے کچھ شور کی آواز سنی تھی معاملہ کیا تھا بیوی نے کہا خدا آپ پر رحم کرے یہاں تو بچے کی جان خطرہ میں تھی اور تمہیں پتہ ہی نہیں کہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو نماز پڑھ رہا تھا۔

ہم اور آپ ان واقعات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہماری نمازوں اور صحابہ کرام کی نمازوں میں کتنا فرق ہے ہم غور کریں کہ کیا ہم خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے ہیں یا اللہ کے نبیؐ اور صحابہ کرام خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے تھے۔ یہی صحابہ کرام ہیں کہ تیر سے سارا جسم چھلنی ہوگیا لیکن نماز میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا گھوڑا سامنے چوری ہوگیا لیکن نماز میں کوئی انتشار نہیں پیدا ہوا۔ بچے کو سانپ نے ڈس لیا مگر نماز میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ گھر میں آگ لگ گئی آگ کی وجہ سے گھر میں شور مچا ہوا ہے مگر نماز میں کوئی خلل پیدا نہ ہوا۔ جب ہم صحابہ کرامؓ کی طرح نماز پڑھیں گے تب نماز ہم کو برائیوں اور بے حیائیوں سے روکے گی۔ سر سجدے میں اور ذہن میں غلط تفکرات پیدا کر کے ہم پوری زندگی نماز پڑھتے رہیں تو ہم کو نماز بے حیائیوں سے ہرگز نہیں روکے گی۔

نبی کریم ﷺ کو نماز اس قدر محبوب تھی کہ مرض الموت میں۔ **الصلوۃ الصلوۃ وماملکت ایمانکم** (حدیث) اے لوگو! نماز کا خیال رکھنا اے لوگو! نماز کا خیال رکھنا اور اپنے ماتحتوں کا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ رات کی تاریکی میں حاضری دینے والے کو خوشخبری دیدو کہ قیامت کے میدان میں جہاں تاریکی ہوگی۔ وہاں اسے مکمل نور اور روشنی عطا کی جائے گی۔ رسول ﷺ دنیا کو خیر باد کہتے وقت بھی بلالؓ سے کہا کرتے تھے۔ اے بلال نماز کو تیار کرو اور اس کے ذریعہ ہم کو کچھ آرام پہنچاؤ۔ جب ایک بچے کو کسی طرح کا ڈر اور خوف محسوس ہونے لگتا ہے یا کسی قسم کے گزند اور نقصان کا اسے خطرہ ہوتا ہے۔ یا کوئی اس کو پریشان کرتا ہے وہ بچہ فوراً اپنی ماں سے چمٹ جاتا ہے اور اس کی گود کو پناہ گاہ اور جائے امن سمجھتے ہوئے سکون واطمینان کی سانس لینے لگتا ہے کیونکہ اسے کامل یقین ہے کہ ماں کی گود وہ مضبوط قلعہ ہے جو ساری آندھیوں اور تھپیڑوں کو برداشت کرتے ہوئے اپنے مکین کو سارے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح نماز بھی نمازی کے لئے ایک بہت بڑی پناہ گاہ ہے اور یہ نماز بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک ایسا واسطہ ہے کہ وہ اس واسطے کو پکڑ کر اپنی حفاظت کی ضمانت حاصل کرتا ہے یہ نماز اس کے روحانی درد کا دوا اور زخم کا مرہم ہے بیماری کا ایک بیش بہا علاج اور باطل کی طغیانی سے نمٹنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے مومنو! صبر اور نماز سے اللہ سے مدد طلب کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (بقرہ: ۱۵۳) جب رات کو ہوا تیز چلتی تو آپ فوراً مسجد پہنچ جاتے اور جب تک بند نہ ہو جاتی مسجد میں رہتے اس طرح سورج اور چاند گہن ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ گرہن دور ہو جاتا۔ (طبرانی)

اللہ کے نبی ﷺ کو نماز سے اس قدر محبت تھی کہ راتوں رات نماز میں کھڑا رہا کرتے تھے۔ نماز سے محبت کا عالم یہ تھا کہ معصوم عن الخطاء ہونے کے باوجود بھی قیام ایسا کرتے تھے کہ پاؤں مبارک میں ورم آجاتا آج ہم ہیں کہ مسجد میں کوے کی طرح چند ٹھونگیں مار کر چلے آئے اس کے بعد کہتے ہیں کہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ مگر کوئی مصیبت نہیں ٹلتی ہے اس کا اندازہ ان واقعات سے لگائیں۔ بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ جریج نامی ایک شخص صوم وصلوۃ کا نہایت پابند اور دین کا حامی تھا ایک دن وہ اپنے عبادت خانہ میں تنہا نماز پڑھ رہا تھا اتفاق سے اس کی ماں عبادت خانے میں آئی اور جریج کو پکارنے لگی مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ نماز میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ اس کی ماں نے تین بار آواز دی لیکن تینوں بار کوئی آواز نہیں ملی وہ ماں کو اس لئے جواب نہیں دے رہا تھا کہ ماں کو جواب دینے سے زیادہ اس کو نماز محبوب تھی آخر کار ماں نے جواب نہ پا کر اس کے حق میں بددعا کرنے لگی اے اللہ جب تک جریج معصیت کار عورت کا منہ نہ دیکھ لے اس وقت تک نہ مرے۔ ایک بدکار عورت جریج کے عبادت خانے آئی اور جریج کو اپنی طرف بدکاری کے لئے مائل کرنے لگی لیکن اس نے بدکاری کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا خوف تھا۔ جب اس عورت کی دال نہ گلی تو وہ کسی چرواہے کے پاس چلی گئی۔ جب بچہ جنی تو قوم کے لوگوں سے کہنے لگی کہ یہ جریج کا بچہ ہے قوم کے لوگ بہت غضبناک ہوئے اور جریج کو برا بھلا کہنے کے ساتھ عبادت خانہ منہدم کر دیا تب اس وقت جریج نے دو رکعت نماز ادا کی اور نماز ہی میں اللہ سے دعا کی اے اللہ عزت اور ذلت سب تیرے ہاتھ میں ہے نماز سے فارغ ہو کر اس شیر خوار بچے کو اپنے گود میں لیا اے شیر خوار بچہ تو سچ سچ بتا کہ تیرا باپ کون ہے اس شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت عطا کی آخر کار وہ بول اٹھا میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔ قوم کے لوگوں نے شرمندہ ہو کر اس کے عبادت خانے کو پہلے ہی کی طرح بنوا دیا۔ مسلمانوں خدارا غور کرو یہ نماز ہی کی تاثیر تھی کہ اللہ نے جریج کو اس بلا سے محفوظ کر دیا ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے نماز میں اللہ نے کتنی تاثیر رکھی ہے۔

اگر مسلماں خلوص دل سے خدا کو اپنا خدا بنالے
قسم خدا کی خدا کی نصرت جہاں وہ مانگے وہیں وہ پائے

جنتی اور جہنمی کے درمیان مکالمہ:

جب قیامت قائم ہوگی حشر کا میدان ہوگا اور تمام دنیا کے اولین آخرین کا اجتماع ہوگا ہر شخص عجیب کیفیت میں مبتلا ہوگا ہر انسان کی پیشانی پسینہ سے شرابور ہوگی اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا جہاں انسانیت کا صرف اپنا عمل کام آئے گا۔ جہاں يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (عبس:٣٤) کا سماں ہوگا جہاں ایک انسان دوسرے انسان کو فراموش کردے گا وہاں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا اگر نماز صحیح نکلی تو سارے اعمال کارگر ہوں گے اور اگر نماز برباد نکلی تو سارے اعمال برباد کردیئے جائیں گے۔

روزے محشر کہ جاں گداز بود
اولین پرسش از نماز بود

جب اللہ تعالیٰ حساب کتاب لے کر جنتی کو جنت میں اور جہنمی کو جہنم میں ڈال دے گا تو جہنمی لوگ جہنم کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیں گے تو انھیں جہنم میں کچھ ایسے چہرے نظر آئیں گے جنہیں وہ پہچانتے ہوں گے چنانچہ جنتی جہنمیوں سے سوال کریں گے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (المدثر:۴۲) تم جہنم میں کیسے آگئے تمہاری تو دنیا میں چلتی تھی۔ لوگ تم سے ڈرتے تھے تمہاری عزت کرتے تھے۔ بتاؤ آج تم جہنم میں کیسے پہنچ گئے کس عمل کی پاداش میں تمہیں یہ سزا بھگتنی پڑ رہی ہے۔ جہنمی جواب دیں گے۔ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ہم نمازی نہیں تھے وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ہم دن رات گپ شپ میں مشغول رہتے تھے۔ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ہم قیامت کے دن کے منکر تھے۔ اور اسے جھٹلایا کرتے تھے۔ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ ہم اسی عقیدے و اعمال پر تھے کہ قیامت قائم ہوگئی۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

پوچھیں گے اہل خلد کہ اے ساکنانِ نار
تم کیوں میاں نار برنج و الم رہے
دیں گے جواب کہ نہ پڑھتے تھے ہم نماز
اور اس عذاب نار کو جھٹلاتے ہم رہے
حق نے دیا تھا مال نہ دیتے تھے ہم زکوۃ
مال حرام سود سے بھرتے شکم رہے

نماز نہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے جو سخت ذلت و رسوائی اٹھانا پڑے گی اس کو قرآن مجید کی ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: ارشاد ربانی ہے۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ (سورہ القلم۔۴۲-۴۳) یعنی ”جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لئے بلائے جائیں گے تو (سجدہ) نہ کرسکیں گے، نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت وخواری چھا رہی ہوگی حالانکہ یہ سجدے کے لئے (اس وقت بھی) بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔“ اس کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جبکہ نہایت سخت گھڑی ہوگی اور شروع دنیا سے لے کر قیامت تک کے سارے انسان محشر میں جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ظاہر ہوگی اس وقت پکارا جائے گا۔ جو اللہ کو سجدے کیا کرتے تھے وہ تو فوراً سجدے میں چلے جائیں گے لیکن اچھے ہٹے کٹے ہونے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے تھے ان کی کمر اس وقت تختے کے مانند کردی جائے گی اور کافروں کے ساتھ کھڑے رہ جائیں گے۔ سجدہ نہ کرسکیں گے ان پر سخت ذلت وخواری کا عذاب چھا جائے گا اور ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی اور آنکھ اٹھا کر کچھ دیکھ نہ سکیں گے۔ دوزخ کے عذاب سے پہلے ذلت وخواری کا یہ عذاب انھیں سر محشر ساری دنیا کے سامنے اٹھانا ہوگا۔

مسلمانو! خدارا غور کرو اور اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ دخول جہنم کی کیا وجہ بتائی جہنمیوں نے سب سے پہلی وجہ نماز سے دوری و کنارہ کشی بتائی، جس نے انھیں رسوائے زمانہ ٹھہرایا اور عذاب ابدی میں غرق یاب کیا ہمیں بھی چاہیے کہ جس طرح سے صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین نماز سے لگاؤ رکھتے تھے اسی طرح ہم بھی نماز سے لگاؤ اور محبت رکھیں مگر افسوس کہ جب مؤذن مسجد میں حاضر ہو کر صدا لگاتا ہے تو ہم مسجدوں کے بجائے ہوٹلوں کا رخ کرتے ہیں دوست واحباب کی مجلسوں کا قصد کرتے ہیں ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن ہماری اولاد سینما میں ٹھیٹروں میں ناچ گانوں کی محفلوں میں بے خوف دھڑلے سے جارہے ہوتے ہیں ہم ذکر واذکار کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو وہیں ہماری ماتحت ہماری مائیں بہنیں چغل خوری اور بے کار کی باتوں میں مشغول رہتی ہیں لیکن ہم غافل رہتے ہیں اور ان کی آخرت کی ہمیں کچھ فکر لاحق نہیں ہوتی۔ آج ہمارے پورے معاشرہ کا یہی حال ہے ہمارے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اچھے کام کریں تاکہ خدا کے یہاں سرخرو ہوجائیں۔ فحش اور بری باتوں کا ہم سے خاتمہ ہوجائے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ہم نمازوں کا اہتمام کریں گے اور خدا سے لو لگائیں گے ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی نمازوں کا اہتمام کریں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بال بچوں کو بھی شروع ہی سے نماز کی طرف رغبت دلائیں اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے رسول ﷺ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کی طرح کما حقہ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

طالب علم اور مطالعہ کتب

عبدالمنان محمد مسلم دمکاوی

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (العلق: ۱-۵)

’’پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ (علم) سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔‘‘

علم کے معنی جاننا، دریافت کرنا، سیکھنا اور اشیاء کی حقیقت تک پہنچنا ہے علم کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے اس سے مراد وہ تمام علوم وفنون ہیں جو انسان کائنات اور خدا کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، قرآن کی رو سے علم کا حقیقی سرچشمہ خدا کی ذات ہے وعلم آدم الاسماء کلھا اور اس نے حضرت آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ علم الانسان مالم یعلم اس نے انسان کو سکھایا وہ تمام چیزیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اللہ کی ذات منبع علم ہے یہاں سے جو علم ملتا ہے وہ ایک مضبوط ذریعہ سے ملتا ہے۔ علمائے سلف کے جن حالات سے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں ان میں طالب علم کو ہم نے سب سے اول رکھا ہے اہل علم کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں یہ منزل سب سے پہلی ہے اور یہ تقدم نہ صرف بلحاظ زمانہ ہے بلکہ باعتبار اہمیت اور شان کے بھی کیونکہ یہی وہ منزل ہے جو اس بات کا فیصلہ کردیتی ہے کہ کون منزل مقصود تک پہنچے گا اور کون حرماں نصیب ہوگا۔ ایک عالم کا ذکر آپ آئندہ پڑھیں گے کہ ایک رات اپنے دو طالب علموں کو انہوں نے دیکھا کہ ایک تکیہ کا سہارا لئے کتاب دیکھ رہا تھا دوسرا دوزانو مستعد بیٹھا مطالعہ میں مشغول تھا اور وقتاً فوقتاً کچھ لکھتا بھی جاتا تھا۔ جوہر شناس استاد نے یہ ماجرا دیکھ کر اول کی نسبت کہا کہ انہ لا یبلغ درجۃ الفضل اس کو فضیلت کا مرتبہ حاصل نہ ہوگا دوسرے کی بابت فرمایا کہ سیحصل الفضل ویکون لہ شان فی العلم یہ شاندار فاضل ہوگا تجربہ نے ثابت کردیا کہ پیشین گوئی بالکل سچ ثابت ہوئی۔

طالب علم کا پہلا دور: طالب علمی کے مختلف دور ہیں پہلا دور مکتب یا مدرسے میں استاد کی زیر نگرانی ختم ہوتا ہے اور فی الواقع اس کی بنیاد کو کمال سے زیادہ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص ایک عالی شان عمارت کا منصوبہ بنائے اور اس کی بنیاد بھر کر سطح زمین سے کچھ بلند کردے اور اتنی محنت کے بعد وہ یہ خیال کرے کہ میں مکان بنا چکا۔ تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالی شان عمارت بن چکی، چند ہی روز میں ہوا اور بارش کے جھٹکے اس بنیاد کو بھی نسیاً منسیاً کردیں گے اور اس کے بانی کی پست ہمتی کی ایک عبرتناک یادگار قائم رہ جائے گی۔ بجنسہ یہی حال ان ہونہار طالب علموں کا ہے جو مدرسہ چھوڑ کر یہ سمجھ لیں کہ ہم عالم بن چکے یہ طلبہ اپنی ہونہاری کا خاتمہ کرکے اپنے استاد اور دوستوں کے دلوں کو حسرت کا داغ دیں گے۔ بیشتر طلباء غیر علمی ماحول سے تعلق رکھتے ہیں ماں باپ علم کی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ چند گھرانوں کو چھوڑ کر بیشتر والدین اس دینی تعلیم کو حصول زر کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس فاسد ذہنیت کے نتیجہ میں نہ دینی مزاج بنتا ہے نہ دینی تعلیم کی اصل قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے اور نہ غیبی فیوض وبرکات سے سینے معمور ہوتے ہیں۔ اس محرومی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلباء ایسی حرکتیں کرنے میں کوئی عار اور جھجھک محسوس نہیں کرتے جو عام کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اساتذہ اور ارباب حل وعقد پر بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایسے طلباء کی اصلاح کی مناسب تدابیر کریں۔

دوسرا دور: دوسرا دور طالب علمی کا مدرسے کے بعد شروع ہوتا ہے جس میں انسان خود شاگرد بنتا ہے اور خود استاد:

معلم کیست عشق وکنج خاموشی دبستانش
سبق نادانی ودانا دلم طفل سبق خوانش
زہر کس نایداین استاد شاگردی نہ ہر کوہی
بدخشاں باشد وہر سنگریزہ لعل رخشانش

اس دور کی انتہا وہ ہے، جو بلند خیال ابن العلاء نے مقرر کی ہے۔ یعنی ما دامت الحیوۃ تحسن بہ یعنی جب تک زندگی بخیر رہے۔ پس طالب علمی اور کمال گویا ایک ہی ہیں اور اس لحاظ سے ہم نے طالب علم کو اول اور آخر منزل قرار دیا ہے جن جواں مردوں نے میدان طالب علم کو طے کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ راہ کیسی معرکہ خیز اور صبر آزما ہے کہیں افلاس راہ کا روڑا بنتا ہے اور قوت لایموت کے حاصل ہونے کی بھی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ کبھی جڑی بوٹی کے پتوں پر بسر کرنی ہوتی ہے اور کبھی نان بائی کی دوکان پر صرف بوئے طعام پر قانع ہونا پڑتا ہے کہیں محنت ومشقت سے دل گھبراتا ہے۔ کسی کو ناز ونعمت کے کرشمے اپنی طرف کھینچتے ہیں کسی کی نفسانی خواہشیں دست بہ گریباں ہوتی ہیں غرض ایک ہنگامہ بلا خیز سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن اداروں میں ذرا بھی وسائل کی کمی ہوتی ہے، وہ ان معرکوں کے مقابلے میں پست ہوجاتے ہیں اور ان کی کمی ہوتی ہے، وہ ان معرکوں کے مقابلے میں پست ہوجاتے ہیں اور ان کی زبان حال پر لا طاقۃ لنا الیوم کا شکوہ ہوتا ہے لیکن سچی طلب اپنا راستہ

صاف کر کے طالب کو مطلوب تک پہنچا دیتی ہے۔ جس قدر دقت اور صعوبت پیش آتی ہے ان بہادر طالبوں کے عزم زیادہ مستحکم اور حوصلے زیادہ بلند ہوجاتے ہیں، اگر حوصلوں میں وسعت اور ارادوں میں استحکام نہ ہوتا تو اہل اسلام کو شیخ الاسلام بقی بن مخلدؒ، امام بخاریؒ اور حکیم ابونصر فارابیؒ نصیب نہ ہوتے۔ کیا چقندر کے پتے اور جنگل کی گھاس کھا کر اور رات کو پاسبانوں کی لالٹینوں سے مطالعہ کر کے امام اور حکیم بن جانا آسان ہے؟ نہیں ہرگز نہیں وہ کون سی قوت تھی جس نے علی بن عاصم عراقی کو ناز ونعمت کے آغوش سے چھین کر راہ طلب علم میں سرگرداں کر دیا اور اتنا پھرایا کہ ایک کو مسند عراق اور دوسرے کو حافظ کبیر بنا کر چھوڑا، بے شک یہ طلب صادق ہی کا کرشمہ تھا۔ امام بخاریؒ کو ایام طالب علمی میں ایک سفر میں تہی دستی نے اتنا مجبور کیا کہ تین دن انہوں نے جنگل کی بوٹیاں کھائیں۔ شیخ الاسلام ابوالعلاء ہمدانیؒ کو بغداد میں کسی نے اس حال میں دیکھا کہ رات کو مسجد کے چراغ کی روشنی میں جو بلندی پر تھا کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے۔

اس قسم کی ایک دو نہیں ہزاروں مثالیں ہیں جن سے ہمارے اسلاف کی زندگی بھری پڑی ہیں، ہمارے طلباء ان سے عبرت حاصل کریں۔ اور اپنے آرام وآسائش اور ان کی عسرت وتنگی کا موازنہ کریں۔ اور دیکھیں کہ انہوں نے تحصیل علم کے لئے کیسی کیسی مشقتیں برداشت کیں اور کیسی عجز وانکساری اور صبر وتحمل کے ساتھ سراپا نیاز بن کر علم کو حاصل کیا۔ آج عربی مدارس میں طلباء کے قیام وطعام کا مفت انتظام ہوتا ہے، کتابیں مفت مہیا کی جاتی ہیں ارباب حل وعقد اپنی بساط بھر ہر طرح کی سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان اداروں سے وہ ثمرات برآمد نہیں ہوتے جن کی توقع کی جاتی ہے دن بدن تعلیمی معیار گرتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اخلاص وللّٰہیت اور لگن طلباء میں مفقود ہے انھیں کھانے پینے میں ذرا کمی ہوئی یا پانی کی قلت ہوئی یا لائٹ اور پنکھے کی عدم سہولیت ہوئی یا کسی استاد سے ذرا کوئی شکایت ہوئی تو پھر اپنے تعلیمی مقصد کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور ایک شورش برپا کر دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اپنے اسلاف کی زندگیوں سے درس عبرت حاصل کریں۔

مطالعہ کتب: کتاب عربی کا لفظ ہے اس کا باب کتب یکتب کتابتاً ہے اس کے معنی اکٹھا کرنا ہوتا ہے اسے اس لئے یہ نام دیا کہ اس میں بہت سے علوم وفنون کی کتابیں موجود ہوتی ہیں۔ کتب (پالان) اس لئے کہا جاتا کہ وہ مختلف لکڑیوں کو جوڑ کر بنایا جاتا ہے۔ کتاب (مدرسہ) جس میں بے شمار طلبہ زیر تعلیم ہوں۔

وجہ تسمیہ: کتاب کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ مؤلف یا مصنف اپنے رشحات قلم کے ذریعہ حروف تہجی کی مدد سے اپنے منتشر اور بکھرے ہوئے خیالات وافکار کو ایک مربوط اور مسلسل عبارت کی شکل میں ایک جگہ جمع کر دیتا ہے۔ محدثین کی کتب میں کتاب کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کے تحت بہت سے ابواب ہوتے ہیں گویا مختلف ابواب کا مجموعہ کتاب ہے۔ آج ہمارے سماج میں سینما اور ٹی وی کی عریاں تصاویر، فحش گانے، جذبات کو برانگیختہ کرنے والے جنسی مناظر مار دھاڑ اور تشدد کے واقعات پورے سماج اور معاشرہ کو اخلاقی انحطاط کی طرف لے جا رہے ہیں ان کے اذہان وقلوب بھی ان سب چیزوں سے متاثر ہوتے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ طالبان دین علم کے لئے سینکڑوں میل کا پیدل سفر کرتے تھے۔ بھوک پیاس اور راستے کی صعوبتوں کو برداشت کرتے تھے استاد کی خدمت میں سراپا نیاز بن کر حاضر ہوتے تھے اور زندگی بھر علم میں سرگرداں رہتے تھے۔

علمائے سلف کا ذوق کتب بینی: ہمارے اسلاف کی علم سے کیسی والہانہ عقیدت تھی، تاریخ نے ان کی کتب بینی کے واقعات کو رقم فرما کر تاریخ عالم میں ایک نئی روح پھونک دی، ذیل میں چند علماء کا ذکر خیر ملاحظہ ہو۔

۱۔ امام ابن شہاب زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ) بہت بڑے تابعی تھے، امام موصوف کے مطالعہ کتب کا یہ حال تھا کہ جب اپنے گھر میں کتب بینی کے لئے جاتے تو وہ ایسے مصروف ہو جاتے کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہتی ایک دن ان کی بیوی نے تنگ آ کر کہہ دیا۔ خدا کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

۲۔ علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ تمام عمر میں دو رات مطالعہ کتب نہ کر سکا ایک شب زفاف اور دوسری والدہ کی وفات کی شب میں۔

۳۔ حافظ ابن حجرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ رات ودن کی کثرت مطالعہ سے وجع المفاصل کی تکلیف ہوگئی تھی، لیکن بایں ہمہ مطالعہ میں کتاب رہتی تھی جس کو دیکھتے دیکھتے کبھی کبھی اوندھے منہ چہرے کے بل گر پڑتے۔ یہ تھا اسلاف کا ذوق مطالعہ وکتب بینی اس کے برعکس ہم نے کتابوں سے رشتہ توڑ لیا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ اسلامی فکر پیدا کریں اور مسلمان بچوں اور بچیوں میں عوامی علمی وادبی لائبریریاں کھول کر اسلام کی تعلیمات کا درس دینے کا بندوبست کریں۔ تب ہی قوم میں ایک صحیح فکر پیدا ہوگی۔ جس سے ایک اسلامی معاشرہ تشکیل پا سکے گا۔

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلهوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

صفحات: 665 قیمت: -/300

اصغر علی امام مہدی سلفی

ایک مخلص و مشفق استاد کی یاد میں

آہ! مولانا عبداللہ فیضیؒ

مدرسہ منظور العلوم بلی رامپور، بھلوہیاں، بینا ٹانڑ، مغربی چمپارن، بہار، مغربی چمپارن کا مرکزی تعلیمی ادارہ ہے۔اسے قدامت اور اولیت کا شرف بھی حاصل ہے اور کئی ناحیوں سے چمپارن کے عام مدارس میں عموماً اور مدارس اہلحدیث میں خصوصاً امتیاز بھی حاصل رہا ہے۔دراصل موجودہ مدارس اہل حدیث اسی بحرالعلوم کے جداول وانہار ہیں۔اس میں ہندو نیپال کے دور دراز کے طالبان علوم نبوت زیور تعلیم سے مزین ہوتے رہے ہیں۔اس کی تاسیس عالم ربانی ،داعی لاثانی،محرر ایمانی اور مقرر روحانی مولانا منظور الحق رحمانی جھمکاوی ثم بلی رامپوری رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی۔یوں تو بڑے میاں (مولانا منظور الحق رحمانی) مرحوم نے بہتیرے مدارس ومکاتب ہندو نیپال میں قائم کئے،مثلاً ضلع گوپال گنج کے صندلی، پرسا گاوؤں میں، نیپال کے رنگ پور، بہوری میں اور چمپارن کے جھمکا وسرسیاں وغیرہ میں جہاں ان کے آثار ونقوش اور کارنامے نظر آتے ہیں۔مگر یہ ادارہ اپنے یوم تاسیس ہی سے مرکز علم دین رہا جس میں مولانا اور ان کے رفقاء ومعاونین جناب خلیل صاحب پرسا، حافظ افضل صاحب پرسا، حاجی مجاہد صاحب گدیانی، جناب حقیق صاحب بسٹھا، جناب ماسٹر عامر، جناب ماسٹر ذکریا، نورالہدیٰ قمر صاحب جھمکا، مکھیا احمد صاحب لٹھیاہی، اوردیگر اعیانِ وخاندان اعظم جھمکا رحمہ اللہ آپ کے صاحبزادگان مولانا عبدالمتین اوج، مولانا فیاض الدین شوق اور مولانا افضل صاحب موج، مولوی مرتضیٰ بھڑہاری ، جناب عبدالمجید بھڑہاری ،عبدالحکیم ، زین العابدین، مولوی یعقوب صاحب اوران کے والد، مستانہ، اور دیگر محسنین بلی رامپور پرسا بسنت پور، بھوڑ پکڑی، پر بینیا، لپنی ، بھڑہاری، گدیانی، محمد پور، گوری پور مجہر یا، بہرا اور اس کے خانوادۂ مہتو، بسٹھا، سیرہی، سگرواں، بھلوہیاں وغیرہ کے اخلاص، محنت ، دعائے نیم شبی اور آہِ سحر گاہی اور فکر مندی جیسا کہ جناب حافظ افضل رحمہ اللہ بیان فرمایا کرتے تھے، کا بھی بڑا اثر تھا۔اور اس طرح یہ اس مصرعہ کا مصداق ٹھہرا:

علم دیں کے واسطے مرکز بنا بلی رامپور

یہی وجہ ہے کہ وہاں سے تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ ہونہار، ذہین اور ہر جگہ لائق وفائق رہے۔نیز اس کی وجہ وہاں کے اساتذۂ کرام کا اخلاص، ان کی محبت وامانت اور توجیہ وتربیت کا خاص خیال رکھنا بھی تھا۔وہاں شروع سے ہی باصلاحیت و محنتی اور مخلص اساتذۂ کرام ملتے رہے جنھوں نے نونہالان قوم کو اچھی تعلیم وتربیت کے ذریعہ پروان چڑھایا۔مولانا اخلاق صاحب، ماسٹر قمرالزماں صاحب جھمکا اور مولانا شمس الحق اور مولانا جواد فیضی اور جناب عطاء انور، مولوی وماسٹر اطیع اللہ، مولانا ابوالکلام محمدی، مولانا عبدالحق اثری، مولانا ذکراللہ سلفی، مولانا عبدالمنان مدنی، مولانا عبدالعلیم، مولی حیات، مولوی مستقیم ، ماسٹر مستقیم ، ضیاء الہدیٰ، محمد رمضان، محمد صغیر، محمد منیر، محمد ناظم، محمد ریحان، محمد قہار، جہانگیر، محمد ابوبکر، محمد منصور، مولوی نصیر، مولوی عبیداللہ، جناب عتیق الرحمٰن، مولوی شجاعت، مولانا جاوید فیضی، مولانا ابوشاد سلفی، مولانا امیرالحسن، ماسٹر ظفیر، مولوی امت رسول، مولوی بدر عالم سلفی، مولوی مشتاق، مولوی نصراللہ، مولوی جمیل، ابوالخیر، ظہور عالم نیپال، مولوی عبدالصمد، مولوی افروز، مولوی عالم گیر، مولوی محمد حسن، ماسٹر امام حسن، ماسٹر عبداللہ وغیرہ بھی اس کے فیض یافتگان میں رہے ہیں۔اس چمنستان علوم وفنون ، گلستان ادب ودین اور دبستان کتاب وحکمت اور اس کے عظیم شجر ہائے سایہ دار، دوحۂ بابرگ وبار، چشمہ ہائے شیریں وماءِ زلال اور فضائے روح پرور وپُر بہار سے جو بھی فیضیاب ہوا وہ اپنے وقت کا مرد میدان ٹھہرا۔اور جو ذرہ یہاں سے اٹھا وہ نیر تاباں بن کر چمکا۔ان اساتذہ ومدرسین میں سرفہرست میری ناقص معلومات کی روشنی میں ماہر فن اور کہنہ مشق مدرس اور زبان فارسی کے رمز شناس مولانا ریاض احمد صاحب جھمکا ،ادیب اریب اور شاعر معروف مولانا نجم الہدیٰ انجم صاحب جھمکا، مربی مشفق ومعلم حاذق مولانا اظہار صاحب کھرسہوا، واعظ خوش بیاں اور حافظ شاہنامہ اسلام مولانا عبدالعزیز بھڑ یہاری، معلم مخلص ومتواضع مولانا نذیر عالم صاحب بسنت پور، مربی مخلص حاجی عبدالرحمٰن صاحب مہدیہوا بہورا، محقق کبیر ماہر رجال حدیث واسانید مولانا ابوالاشبال صغیر احمد شاغف بہاری ثم مکی، مولانا عبدالرحیم صاحب رکھہیں ، ماسٹر عبدالودود پور بینا، ماسٹر ہارون لٹھیاہیں، ماسٹر فاروق لہسنیا، ماسٹر فاروق صاحب بہوروا، حافظ اعجاز مشرقی چمپارن، جناب ماسٹر مرسلین گوڑ پکڑی، جناب ماسٹر ابوالحسن جھمکا، مولانا جواد صاحب، جناب ماسٹر صغیر جھمکا وغیرہ ہیں۔میرے حسن ظن کی روشنی میں مدرسہ کے موجودہ مدرسین چندے آفتاب چندے ماہتاب اور آسمان درس وتدریس اور محنت ولگن کے درخشندہ ستارے ہیں ۔ اور ملک وملت کے نونہالوں کو پروان چڑھانے اور عصر حاضر کے چیلنجوں کے مقابلے کے لائق بنانے کے ہنر وفن اور لگن سے مزین ہیں۔ان شاء اللہ۔جن میں سرفہرست مولانا محمد علی مدنی، مولانا ہاشم

سلفی، مولانا حیدرعلی، مولانا راشد قاسمی، ماسٹر مسیح احمد جھکا، ماسٹر عبدالرحمٰن، مولانا عبدالرحمٰن سلفی، مولوی عبدالسمیع، حافظ عبدالسلام، مولانا ذاکر سلفی، دیگر متعلقین محمد علاء الدین، ومحمد احمد اور ایک چست اور محنتی انتظامیہ بھی ہمیشہ اس مدرسے کو ملتے رہے ہیں موجودہ صدر جناب ماسٹر رؤف الاعظم صاحب اور ناظم اعلیٰ جناب عبداللہ صاحب اور دیگر ممبران ومعاونین بھی تعمیر وترقی مدرسہ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اور انہی نیک دل اور محنتی ومخلص اساتذہ میں مولانا عبداللہ فیضی بن جناب عبدالوکیل (وکیل میاں) انصاری نیپالی صاحب کا نام نامی اسم گرامی بھی سنہری حرفوں سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ کی عمر زیادہ نہ تھی، چند ماہ قبل ہی وہ اپنے تدریسی عمل سے ریٹائر ہوئے تھے۔ غالبًا اگست 2020 میں آپ منصب تدریس سے سبکدوش ہوئے اور ۲۲ر نومبر 2020 کو چلتے پھرتے اس دنیائے فانی سے حیات جاودانی کی طرف بعمر ۶۵ سال کوچ کر گئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ اللهم اغفرله وارحمه

دراصل میرے لیے مولانا مکرم کی موت کا دن بہت زیادہ غمناک اور افسوسناک تھا اور میں دوہرے صدمات سے دوچار تھا۔ کیوں کہ جماعت اہل حدیث اور ملت اسلامیہ ہندیہ کا وہ مرد آزاد، خوددار وغیور اور ہر مشکل وقت میں جمعیت کی نیا کا کھیون ہار سلف کی یادگار، عابد شب زندہ دار اور مشتاق ومشاق وظائف واذکار جناب حافظ محمد یحییٰ دہلوی رحمہ اللہ کا انتقال پر ملال اور سانحہ ارتحال اُسی دن ہوا تھا، ان کی مشفقانہ ومربیانہ، قائدانہ اور عمر میں تفاوت سن وسال کے باوجود دوستانہ صحبتوں کے ساتھ ہمارے انیس بیس سال گذرے تھے اور ہر نرم وگرم میں ان کو ثابت قدم اور ہمت وحوصلہ، عزم وارادہ قویہ کا خوگر، تجربہ کار وکہنہ مشق، مدبر، حکیم، حلیم، ظاہری نفاست، اندرونی صلاح وتقویٰ، علمی گہرائی وگیرائی اور حسن صحت کا پیکر جمیل پایا تھا، تو دوسری طرف ایک مشفق استاذ، محنتی معلم اور مفید ترین مربی محترم مولانا عبداللہ فیضی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے انتقال کا حادثہ فاجعہ غمِ گراں بن گیا تھا۔ مجھے جتنا زیادہ غم وافسوس اور رنج والم سابق امیر جمعیت اور سرپرست جماعت وجمعیت حافظ محمد یحییٰ کے جنازہ میں شریک نہ ہونے کا تھا اُسی قدر سعادت وطمانینت اور تسلی اپنے مشفق استاذ کے جنازہ وتدفین میں شرکت سے تھی۔ دراصل اس سے چند دن قبل ہی میرے فرزندار جمند عزیزم محمد اظہر مدنی سلمہ کے خسر اور میرے سمدھی پروفیسر شاہنواز نعیمی صاحب سیاں دیوراج کا اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے انتقال کا سانحہ پیش ہوگیا تھا اور اسی میں ہم چند اہل خانہ تعزیت کے لیے چمپارن گئے ہوئے تھے کہ یہ دونوں حادثات رونما ہوگئے۔

ان کی وفات کی خبر صاعقہ اثر سب سے پہلے ان کے رفیق تدریس، مدرسہ منظور العلوم بلی رامپور کے رئیس المدرسین، صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے امیر، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب ناظم اور عظیم وقدیم تعلیمی وتربیتی مرکزی درسگاہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد علی مدنی صاحب نے دینے کی کوشش کی، مگر اتصال نہ ہو سکنے پر انہوں نے مولوی رئیس الاعظم فیضی کو دہلی میں مطلع کیا اور انہوں نے راقم کو اطلاع دی۔ چنانچہ فوراً شیخ محمد علی مدنی صاحب سے حال واحوال معلوم کئے اور تعزیتی اور دعائیہ کلمات کے ذریعہ تسلی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اسی دن ہم عازم دہلی بھی تھے اور ارادہ رکھتے تھے کہ بتیا میں چند ایک اشخاص کی عیادت وملاقات کے بعد سوئے دہلی روانہ ہوجائیں گے۔ تاکہ دہلی میں بہت سے ضروری اعمال کی انجام دہی کے ساتھ جلد از جلد محسن جماعت اور ہمدرد جمعیت محترم جناب حافظ محمد یحییٰ دہلوی رحمہ اللہ سرپرست وسابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرقد منور وآخری آرام گاہ اوران کے در دولت پر حاضری ودُعا دے کر قلبی تعزیت پیش کی جائے اور خود کی تسلی کا سامان کیا جائے۔ مگر دل کسی طرح مطمئن نہ تھا کہ ادھر محسن جماعت حافظ محمد یحییٰ دہلوی کے جنازہ میں شریک نہ ہو پانے کے غم وافسوس کے بعد استاذ محترم مولانا عبداللہ صاحب کی نماز جنازہ سے بھی محروم رہا جائے۔ پھر بھی دونوں حادثات کے بیچ کشمکش اور دونوں طرف کی کشش کے درمیان نیپال اور سلطنت ہند کے فاصلے نے مجھے دیر تک متردد اور شش وپنج میں مبتلا رکھا۔ ایک بعد مکانی کے باوجود مرکز ثقل اور محل مقناطیسی دل ودماغ بنا ہوا تھا تو دوسرا جذب قلب وجگر اور جلب جسم وجان ثابت ہو رہا تھا۔ اسی درمیان مولانائے مرحوم کے برادر نسبتی عزیزی مولانا ریاض الدین سلفی سے تعزیت کرنے اور احوال معلوم کرنے کا موقع ملا۔ پھر اسی دوران مولانا کی وفات کی خبر ان کے ہم زلف مولانا ثناء اللہ فیضی چمپارنی نے بھی دی۔ مولانا کے ان ہر دوسالے وساڑھو سے بات وتعزیت کے بعد غم میں کمی ہونے کے بجائے احساس غم اور شدید ہوگیا۔ تاہم ان دونوں کو میرے چمپارن میں موجود ہونے کی اطلاع نہ تھی۔ مگر حالات کچھ ایسے تھے کہ اپنے شریک جنازہ ہونے اور سفر دہلی کے ملتوی ہونے کی اطلاع کسی کو نہ دے سکے۔ بالآخر دہلی سفر نہ کرنے کا فیصلہ ہوا کیونکہ سرپرست جمعیت رحمہ اللہ کے جنازہ کا حتمی وقت اسی دن بعد نماز عصر متعین کر دیا گیا تھا جس میں کسی بھی طور پر چمپارن سے چل کر پہنچ جانا ناممکن تھا۔ کیونکہ ان کے ورثاء نے سنت کے مطابق جنازہ میں ادنی تاخیر کو روانہ رکھا۔ جبکہ مولانا کے جنازہ میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ حالانکہ مولانا حدیث کے عالم وعامل تھے اور حتی الامکان سنت کی خلاف ورزی کرنا ان کو گوارا نہیں ہوتا تھا۔ مگر بسا اوقات اولیاء وورثاء اور اہل خانہ واقارب کے لیے بھی بڑے اعذار واضطرار ہوتے ہیں اور ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی ہوگا۔ **عفا الله عنا جميعا**۔ چنانچہ دوسرے دن ان کے نماز جنازہ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوگئی۔ اس سلسلہ میں شیخ محمد علی مدنی صاحب اوران کے صاحبزادے عزیزم محفوظ الرحمٰن سلمہ اور مولانا محمد ہاشم سلفی صاحب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث مغربی چمپارن اوران کے

فرزند ارجمند عزیزی عبدالرحمٰن سلمہ نے مولانا مرحوم کی بستی کھلیچڑی نیپال تک بذریعہ موٹر سائیکل پہنچانے کی زحمت کی۔جن کا میں بے حد شکرگذار ہوں۔ میرے ساتھ میرے فرزند محمد اظہر مدنی وفقہ اللہ وسلمہ بھی تھے۔انہوں نے بھی مولانا کے جنازہ میں شرکت کی خواہش ظاہر کی، حالانکہ وہ اپنے خسر مرحوم کے تازہ تازہ انتقال کے سانحہ کی مناسبت سے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ سسرال میں غم بانٹنے اور شریک غم ہونے کا فرض ادا کر رہے تھے۔

قابل ذکر ہے کہ مولانا کی یادیں اور باتیں جو میں مختلف اوقات ومناسبات سے اپنے اہل خانہ کے سامنے ذکر کرتا رہاتھا اس کی بنیاد پر محمد اظہر سلمہ اللہ کی اماں جان بھی اس سفر میں ہم سفر ہوگئی تھیں۔مگر نیپال بارڈر کی حالت وکیفیت اور وہاں سواریوں کی قلت وندرت اور اجنبیت اور راہ کی وحشت وناما نوسیت ان کے بارڈر کراس کرنے سے مانع رہی اور نتیجتاً ان کو بارڈر پر ہی رکنا پڑا۔ ویسے وہ بعض اضطراری اور دشواری کی حالت میں گھوڑے کی بھی شہسواری کرچکی ہیں۔ایک اہم و نازک موقع پر ایک کوہستانی علاقہ میں جانے کا اچانک اتفاق ہوا۔جہاں سے پہاڑی راستہ اختیار کرنا پڑا۔ وہاں کوئی ٹھکانہ نہ تھا کہ ان کو وہاں چھوڑ دیا جاتا اور فلک بوس پہاڑیوں کو قطع کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ جاتے۔گھوڑسواری کے علاوہ پیدل چلنا دشوار اور ناممکن تھا۔ گویا نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی کیفیت تھی۔ چنانچہ گھوڑے پر سوار ہوکر ابھی متعدد ٹیلوں کو پار کرتے ہوئے تقریباً دو میل ہی کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ ایک اونچی پہاڑی پر جونہی گھوڑے نے چڑھنا شروع کیا محترمہ گھوڑے کی پشت سے پھسل کر چٹان پر آگریں اور کچھ اس انداز سے جیسے کسی نے انہیں بڑی آسانی سے سواری سے زمین کی طرف سرکا دیا ہو۔ میں قدرے فاصلے پر اپنی سواری سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور چڑھائی پر خود اپنا بیلنس بمشکل بسیار برقرار رکھے ہوا تھا۔ میں وہاں تیزی سے پہنچا اللہ کا شکر کہ وہ صحیح سالم تھیں ورنہ اس حالت میں بچ جانا یا کم از کم شدید زخمی ہونا تو بدیہی امر تھا۔لیکن جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ پھر دوبارہ ان کو ایک چٹان کے سہارے سوار کیا اور خراماں خراماں نہیں، انتہائی دھیمی چال چل کر منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔مگر یقین جانئے اس دوران جہاں بے تحاشہ "سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون" پڑھتے جارہے تھے وہیں ترس کھا کھا کر گویا یہ گنگنا بھی رہے تھے:

یہ وفا کی سخت راہیں یہ تیرے پائے نازک
نہ لو امتحان میرا میرے ساتھ ساتھ چل کے

دراصل اس دور میں دشوار گذار راہوں میں گھوڑے جیسے منہ زور جانوروں کی سواری ممکن ومرجح اور مامون ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ان حیوان وبہائم کو ہم نے سواری و ہمراہی کا حق سدھا اور سکھا دیا ہے اور راہ کی ناہمواریوں اور ناگواریوں کو بتا اور جتا دیا ہے۔اس لئے وہ صفت بہیمیہ سے متصف ہوکر بھی صحبت صالح اور رفیق کریم کا کردار ادا کرتے ہیں اور ان سے انسانوں اور جانوروں تک کو گزند وتکلیف نہیں پہنچتی۔ البتہ حضرت انسان جو قوت ملکیہ سے بھی متصف ہے کو ہم نے اتنا آزاد چھوڑ دیا ہے جو ہموار راستہ پر بھی اپنے سواروں کے لیے موت کا سامان بن جاتا ہے اور راہ گیروں، قافلہ سالاروں اور راہرووں کو لولا لنگڑا، وک لانگ اور اپاہج اور معذور کردینے کے لیے فری ہے۔ظاہر بات ہے ایسے میں کونسی شریف خاتون ہے جو موٹر سائیکل جیسی منہ زور سواری کی ناگواری ان پگڈنڈیوں اور ندی نالوں میں برداشت کرے گی۔ ضرورت ہے اپنے نونہالوں کو سکھانے اور کسی درجے میں سدھانے کی ورنہ پوری دنیا ہی لولی لنگڑی اور کج مج نظر آنے لگے گی۔ اگر یقین نہ ہو تو سرکار کی بنائی ہوئی وسیع و عریض اور وجیہ وصیقل وشفاف سڑکوں پر روزانہ رونما ہوتے ہوئے سانحات کا مشاہدہ اپنی کھلی آنکھوں سے کرلیں۔ آج کل گھر والے اپنے بچوں اور بڑوں کے گھر سے نکلتے ہی یہ ورد کرنے لگتے ہیں۔

خوف آتا ہے یہ سوچ کر اپنے گھر سے نکلتے ہوئے
آج کل دیر لگتی نہیں روڈ پر سب کو مرتے ہوئے

یہ تو ہمارے نونہالوں اور جوانوں کا حال ٹھہرا۔رہ گئی ہماری مائیں اور بہنیں تو وہ ہموار راہوں اور فرمابردار سواریوں سے بھی ڈرتی ہیں۔مگر ہمارے اسلاف کی مائیں اور بہنیں خیـر نسـاء ركبن الابل کا اسوہ اپناتی تھیں اور حضرت صفیہ، اماں عائشہ، حضرت خنساء اور ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہن کی شکل میں عہد القرون اسلام کی بیٹیوں کا کردار ادا کرتی تھیں۔ دراصل وہ خاتون خانہ اور گھریلو عورتیں اور ہاؤس وائف ہوتی تھیں جو "وقـرن فـی بیوتکن " کی مکمل تصویر بن کر قوم کے نونہالوں کو اپنی آغوشِ محبت وتربیت میں پروان چڑھاتی تھیں۔وہ شہروں اور کلبوں کی دنیا نہیں جانتی تھیں اور نہ وہ سبھا کی پری تھیں۔ اس لیے جب ضرورت پڑی تو دریاؤں کی موجوں سے کھیل گئیں اور صحراؤں کی وسعتوں سے عصمت وحیا کے ساتھ پروانہ وار گذر گئیں۔

یہ فرق ہے ہماری آج اور کل کی ماؤں اور بہنوں میں۔اس تفاوت وتضاد کی اصل وجہ اسلاف کے ہم ناخلف مردان نام ونہاد ہیں۔

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیّارہ

الغرض ۲۳/نومبر ۲۰۲۰ء کی صبح تقریباً پونے نو بجے مولانا کے آبائی وطن کھلیچڑی، پرسہ نیپال میں ہمارا موٹر سائیکلوں پر مشتمل قافلہ پہنچ گیا۔اس سے قبل بھی ہم اس بستی میں غالباً دو مرتبہ آچکے تھے۔مگر اس بار سب کچھ بدلا بدلا سا اور اُداس اُداس لگ رہا تھا۔تقریباً پونے دس بجے مولانا کی تدفین عمل میں آئی۔مولانا کے برادر

بستی مولانا ریاض الدین سلفی نے نماز جنازہ پڑھانے اور مالہ تونہیں ''ماعلیہ'' اگر کسی کا ہے تو اسے حاصل کر لینے کا اعلان کرنے کا بھی مکلّف کیا۔ مولانا نے مجھے بچپن میں بڑے اخلاص ومحبت سے پڑھایا تھا۔ بچپن میں نماز جنازہ پڑھانے کھڑے ہوئے تو ایک عجیب طرح کی رقت وکیفیت طاری ہوگئی۔ ان کے جنازہ میں علماء وعوام کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ ہندو نیپال کے قریب وبعید کے بہت سے گاؤں سے لوگ جوق در جوق شریک جنازہ ہوئے تھے۔ اگر نیپال کی سرحد پر سواریاں روک نہیں دی جاتیں تو انڈیا سے آپ کے نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد کہیں اور زیادہ ہوتی۔ موٹر سائکل اور سائکل کے علاوہ چار چکہ سواریوں کی ہرگز اجازت نہ تھی۔ معروف راستے سے ہٹ کر ہی اکثر شرکاء جنازہ میں حاضر ہوسکے تھے۔ تاہم آپ کی بستی کھلچڑی ہی نہیں بلکہ گردوپیش کی بہت سی جگہوں پر ایسا ازدحام کسی اور جنازے میں کبھی نہیں دیکھا گیا ہوگا۔ عوام کے علاوہ علماء کی بھی بڑی تعداد موجود تھی۔ چونکہ مولانا کی پوری زندگی تعلیمی وتدریسی اور دعوتی وتربیتی سب کی سب ہندوستان ہی میں گذری تھی، اس لیے وہاں کے لوگوں سے آپ کو یک گونہ مناسبت وتعلق خاطر تھا۔ خویش واقارب بھی اکثر ہندوستان ہی میں تھے۔ مدرسہ منظور العلوم بلی رام پور ہی کیا پورا ہندوستان بلکہ سارے جہان کی درسگاہیں وتعلیم گاہیں بسبب کوڈ ۱۹ بند ہونے کی وجہ سے طلبائے مدارس وہاں موجود نہ تھے۔ لیکن مدرسہ منظور العلوم بلی رامپور کے تقریباً تمام اساتذہ شریک جنازہ ہوگئے تھے۔ وہ حضرات مدرسین مدرسہ بھی دور دراز سے شریک جنازہ وتعزیت ہوگئے تھے جو ریٹائرڈ ہوکر اپنے وطن کو لوٹ چکے ہیں۔ سب کے چہروں پر اداسی تھی اور غم کے آثار نمایاں تھے۔ کیوں کہ مولانا سن وصحت کے لحاظ سے ایسے نہ تھے کہ رنج وافسوس کم ہو۔ گرچہ چند سال پہلے مولانا انتہائی درجہ کمزور ہوچکے تھے اور بیماری نے ان کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ لیکن بعد میں پھر طبیعت بحال ہوگئی تھی اور عمل ونشاط پھر عود کر آیا تھا۔ مگر موت کو تو اپنے وقت پر آنی ہی ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

استاذ محترم جناب مولانا عبداللہ فیضی رحمہ اللہ کی ابتدائی تعلیم مکتب کے بعد مدرسہ منظور العلوم بلی رام پور ہی میں ہوئی تھی۔ وہاں سے کسب فیض کے بعد آپ اپنے پیش روا ورسابقین واولین طلبہ مولانا محمود عمری مفتی چمپارن، ماہر علوم وفنون مولانا حنیف مدنی، جناب ماسٹر مصطفی اصلاحی، استاذ مکرم مولانا ادریس فیضی رحمہم اللہ، استاذ الاساتذہ محترم مولانا احمد مجتبیٰ سلفی، استاذ مکرم مولانا یٰسین اثری، مولانا رفیق احمد فیضی وغیرہم حفظہم اللہ کی طرح مرکز علوم وفنون اور بغدادِ علم مئوناتھ بھنجن کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں کی قدیم وعظیم دانشگاہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں داخلہ لے کر خوب خوب فیضیاب ہوئے۔ اس وقت وہاں اساطین علم وفن کا ایک بڑا طبقہ مشغول تدریس وتربیت تھا۔ اور خود معلم اول اور مربی اکبر ناظم صاحب حضرت مولانا محمد احمد رحمہ اللہ بنفس نفیس موجود تھے اور ان کے تربیت یافتگان، یگانہ روزگار مولانا مفتی حبیب الرحمٰن فیضی اعظمی، ماہر علوم وفنون مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، ماہر نحو وصرف قاری عبدالسبحان مئوی، ماہر ومخلص مدرس وخطیب حافظ نثار احمد فیضی اور ماہر علم میراث مولانا مختار اختر فیضی اور ادیب اریب ماہر درسیات مولانا جمیل احمد مئوی اور یگانۂ روزگار مدرس ومربی مولانا عظیم اللہ مئوی، ماہر منطق وفلسفہ اور رمز شناس حدیث مولانا محمد حنیف فیضی وغیرہ جیسے بہت سے ماہرین علوم وفنون، راسخین فی العلم، عاملین بالکتاب والسنہ اور حاملین شریعت موجود تھے۔ جن کے باران علم وحکمت سے مولانائے ممدوح ومرحوم نے خوب خوب سیرابی حاصل کی۔ اور ان ینابیع صافیہ سے تشنگی علم خوب خوب بجھائی۔ مولانا نے مجھے بہار مدرسہ بورڈ کے فوقانیہ کے امتحان کی تیاری کے لیے نحو کی مشہور کتاب ''الکافیہ'' کے کئی صفحات پڑھائے تھے۔ اور الکلمة لفظ وضع لمعنی مُفْرَدٍ، دو ہفتے تک پڑھاتے رہے۔ وہ تو بعد میں سن شعور کو پہنچ کر پتہ چلا کہ وہ جو کچھ ارتجالا وبرجستہ پڑھاتے تھے وہ شرح جامی، تحریر سمبٹ کا خلاصہ ونچوڑ کے علاوہ ان مخازن علوم اور معادن فنون علمائے مئو کے فیضان علوم ومعارف کا دریا بہار ہے تھے۔ جن سے انہوں نے کسب فیض کیا تھا۔ بلاشبہ ان عارضی وخارجی اسباق کا فائدہ مجھے شرح وقایہ وہدایہ اور بدایہ اور محلی ومصفی اور نزہہ ومدونہ اور مقدمات ابن رشد کے مطالعے اور درس میں پہنچا اور الف ولام کے استغراقی وجنسی اور ذہنی وخارجی وغیرہ کی تحدید وتعیین میں مدد ملی۔ درحقیقت مولانا نے اسی طرح کے دریائے علم وفن کی شناوری کی تھی۔ وہ ذھین وہونہار طلبہ میں سے تو تھے ہی۔ بلکہ بسا اوقات اپنے ہم سبق اصحاب میں اکثر اول وممتاز رہا کرتے تھے۔ نحو وصرف اور منطق وفلسفہ جوان دنوں اعلیٰ واقویٰ تعلیمی معیار کی کسوٹی تھی اس پر کھرا اترنے والے طلبہ میں سرفہرست تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ مولانا اپنے تعلیمی تفوق کا ذکر ہم سے اکثر کیا کرتے تھے جبکہ ان کے بعض مصاحب اور ہم درس اصحاب ان پر اپنی بازی لے جانے کا ذکر اپنے خاص انداز میں کرتے تھے۔ مگر مولانا مرحوم کی صلاحیت اور علمی فوقیت وعمقیت کا اندازہ ہمیں خوب تھا اور یقین ہوتا تھا کہ آپ کے ہم سبق جو دعویدار تفوق وامتیاز تھے وہ معاصرت کے شکار تھے۔ عفا الله عنا جميعا.

استاذ گرامی رحمہ اللہ طلبہ کی تعلیم وتربیت کے بیحد حریص تھے۔ مدرسین کی بہی خواہی، خیر خواہی اور اخلاص اور محنت سے مدرسہ کا نام ہوتا اور کام بنتا ہے۔ مولانا کو جہاں ادارے سے بے پناہ لگاؤ تھا وہیں طلبہ کی تعلیم وتربیت کے بھی بیحد حریص تھے۔ مجھے یاد وادراک ہے کہ مولانا جو کچھ پڑھاتے تھے انتہائی محنت ولگن سے پڑھاتے تھے۔ چونکہ صلاحیت اعلیٰ درجے کی تھی، درسیات کے ماہر تھے، وہ عربی قواعد نحو وصرف اور منطق کی ابتدائی کتابوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ پھر بھی پڑھانے کا جو انداز اور

اس میں جو ٹھہراؤ تھا وہ طلبہ کو جہاں آپ کے دروس سے مطمئن کرتا تھا وہیں آپ کے طرز تعلیم اور انداز تدریس سے بھی متاثر کرتا تھا۔ مجھے دیگر سارے اسباق اور مواد تو ٹھیک سے یاد نہیں۔ مگر ''تیسیر المنطق'' جیسی چھوٹی سی ابتدائی کتاب پڑھاتے ہوئے مولانا نے ہم کم سن اور بے شعور طلبہ کو اس لگن واخلاص سے پڑھایا کہ اس کی لذت وافادیت آج بھی محسوس کرتے ہیں اور مستفید ہوتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ اس چھوٹی سی کتاب کو انہوں نے ایسا ازبر کرایا تھا کہ ایک ایک مسئلہ بلکہ ایک ایک سطر ذہن و دماغ میں پیوست ہوگئی تھی اور جس ناحیہ سے ممتحن سوال کرتا ہم طلبہ محمد مصطفیٰ بھائی لٹھیاہی، بھائی انیس الرحمٰن سمراوی، جمال الدین بھائی بھڑ بھڑیاوی، عمیس بھائی مہواوی، ارشد صاحب امواوی، تبارک عبدالرحمٰن بھائی پرندھراوی، عزیزان افتخار و شاہد وارشد لہسنیاوی وغیرہ جواب دینے کے لیے تیار رہتے۔ ان کے تعلیمی وتدریسی اور علمی شغف کا یہ عالم تھا کہ وہ اردو تیسیر المنطق جیسی ابتدائی کتاب پڑھانے کے لیے ''شرح تہذیب'' اور بسا اوقات ''قطبی''، ''سُلَّم'' کی طرف بھی رجوع کرتے تھے۔ انہوں نے اشکال اربعہ اور تمام اہم مباحث کا عملاً اجراء کرا دیا تھا۔ فلسفہ کے ساتھ سفسطہ اور مناظرہ کے ساتھ مکابرہ اور مباحثہ ومجادلہ وغیرہ کا فرق وامتیاز والتباس اُسی وقت سے سمجھنے میں آنے لگا تھا۔ جو فن مناظرہ کی مشہور کتاب ''رشیدیہ'' وغیرہ کے درس میں بہت مفید ثابت ہوا۔ صغریٰ وکبریٰ کی بظاہر موزونیت وصحت مغالطہ پر کیسے منتج ہوتی ہے کا خوب خوب ادراک ہونے لگا تھا، سن وشعور میں تقدم وازدیاد کے ساتھ ان باتوں میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ اور بعد کے ادوار میں تقریری وتحریری مناظروں میں اس سے بڑا سہارا ملا اور فائدہ پہنچا۔ درسیات سے لے کر عام ائمہ ومتکلمین اسلام کی کتابوں کے مطالعہ کی جو تھوڑی بہت توفیق وفرصت ملی اس میں اس بنیادی تعلیم نے خشت اول کا کام کیا۔ مولانا محترم کبھی بطور حکایت ولطائف اور کبھی بطور مذاکرۂ علمیہ ہم کم سن و بے شعور مبتدی طلبہ کے سامنے جو عربی قواعد کے مبادیات سے بھی نابلد تھے اور جن کو سبق وآموختہ یاد کرنا بھی مشکل ہوتا تھا، بعض بڑی اور ادق باتوں کا بھی تکرار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ لف ونشر مرتب اور لف ونشر غیر مرتب وغیرہ قواعد نحو کے سلسلہ میں اپنی طالب علمی کے کچھ واقعات گوش گذار کرتے جو ہم طلبہ کے پلّے کچھ نہ پڑتا۔ مگر ایام طفولیت کا ذہن اخاذ، بچپنے کا دلِ بے داغ اور کمسنی کا قلبِ فراغ اور وعائے شفاف اسے محفوظ کر لیتا تھا جو داشتہ بکار آید کے طور پر بعد کے ادوار میں بارہا کارہائے نمایاں انجام دے گیا۔

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھویٰ
فصادف قلباً فارغاً فتمکّنا

اسے میں طالب وتلمیذ کی کسی خوبی کا نام تو نہیں دوں گا۔ البتہ استاذ ومعلم کا کمال، مآل وانجام پر ان کی گہری نظر اور تعلیم کے فن میں مہارت، فیض رسانی پر حریص اور خواہش مند ہونے کی بات ضرور کر سکتا ہوں۔ جو سنا ہے کہ ماضی بعید اور اسلاف کے تمام اساتذہ ومعلمین اور مربین اپنی علمی صلاحیت ولیاقت اور مہارت و صالحیت کے ساتھ طلبہ کے لئے انتہائی مشفق ومہربان ہوتے تھے، ان کی تعلیم وتربیت کے انتہائی درجے حریص رہتے تھے، اور فیض رسانی اور خیر خواہی کا کوئی دقیقہ اور طریقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عکرمہ وغیرہ کے ساتھ اور حضرت سعید ابن المسیبؒ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ اور امام زہریؒ کا اپنے تلامذہ کے ساتھ نیز حضرات امام شافعی، امام ابن حنبل، امام ابوحنیفہ، امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم وغیرہم رحمہم اللہ اپنے تلامذہ واصحاب حتی کہ اپنے معاصرین کو فیضیاب کرنے اور تعلیم وتربیت سے مزین کرنے کے کتنے حریص وکوشاں تھے؟۔ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ افسوس کہ ہم دعاۃ ومعلمین کو اسلاف کا یہ سبق اور آباء واجداد کا یہ اخلاص وہنر یاد نہ رہا اور نہ ان کا اسوہ ونمونہ راس آیا۔ ہم نے اپنی روش چھوڑ کر محض غرضمندانہ اور مادیانہ طور وطریقہ اپنا لیا۔ اور ہم نے اپنے طلبہ کو نہایت خشکی ویبوست کے ساتھ سرسری مضامین ومتون بلکہ ان کے مختصرات ومختارات ومذکرات کا خوگر بنا کر علم برائے نام کا کھوکھلا سرٹیفکٹ عطا کر دیا۔ اب جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اصلی نہیں نقلی اور چربہ ہے۔ اصل ومغز سے اس کا نہ کوئی واسطہ ہے اور نہ ان کو اس کے مضمرات اور مقاصد عالیہ سے کوئی سروکار ہے۔ **اللھم نعوذبک من الحور بعدالکور**

پھر بھی اس قحط الرجال اور مخلصین کی کمیابی اور نایابی کے زمانے میں بھی ہمارے بہت سے مدارس مخلصین ومحبین علم ودین سے کلیتاً خالی نہیں ہیں۔ مولانا عبداللہ مرحوم جیسے مخلص اساتذہ ومعلمین خال خال ہی سہی آج بھی موجود ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس عجلت میں مولانا کی کن کن خوبیوں کو یاد کیا جائے، ان کے اخلاص ومحنت کا ایک واقعہ ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے سالانہ امتحان میں مادہ منطق میں مجھے ۹۵ نمبر دیئے۔ امتحان تقریری وتحریری تھا اور حتی الامکان پوری کتاب کا کوئی لائق ذکر مبحث نہ تھا جس کو نہ پوچھا گیا ہو لیکن میں نے پوری دلجمعی اور اعتماد و وثوق سے جوابات لکھے اور دیئے تھے۔ باتوں باتوں میں اساتذہ کی ایک مجلس میں انہوں نے میری تعریف کی تو میں نے کہا کہ کم از کم اس مادے میں صد فیصد نمبرات حاصل ہوئے ہوں گے۔ مگر مولانا محمود عالم عمری رحمہ اللہ صدر المدرسین جن کے ہاتھ میں رزلٹ کی کاپی اور فہرست تھی۔ انہوں نے جب ۹۵ نمبر کا ذکر فرمایا تو میں نے بڑے وثوق سے اور مچل کر کہا کہ ریاضی کی طرح میرا نمبر کٹنا نہیں چاہئے تھا۔ مولانا ممدوح نے فرمایا کہ دیکھو تم نے پورا نمبر حاصل کیا ہے۔ یہ میرا اصول ہے کہ میں پانچ نمبر کاٹ کر ہی نمبر دیتا ہوں۔ اس پر بعض اساتذہ نے کہا کہ سو نمبر اس صورت میں ملتا ہے جب اس کتاب وموضوع کو طالب علم نے ہر طور پر ازبر کر لیا ہو۔ صرف مقررہ سوالات کے جواب پر صد فیصد نہیں دیئے جا سکتے۔ میری زبان

سے نکل گیا کہ جیسے چاہیں امتحان لے لیں اور جیسا بھی صغریٰ کبریٰ بنائیں جواب ہم صحیح بتائیں گے۔ چنانچہ تمام اساتذہ کے سامنے مدرسہ کی مسجد میں امتحان ہوا اور پوری کتاب سے کھل کر سوالات کئے گئے اور جوابات باصواب بتوفیق الٰہی دیا جاتا رہا، جس پر تمام ہی اساتذہ بیحد خوش تھے۔ بلکہ مولانا کی محنت کی بھی داد دے رہے تھے۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے بلی رام پور کے میرے ایام طالب علمی میں یہ پہلی کتاب تھی جو مکمل ختم کرائی گئی تھی، بھرپور طریقہ سے پڑھایا گیا تھا۔ اساتذہ اتنے مشفق ومہربان اور طلبہ کے بہی خواہ تھے کہ ہم ان سے پڑھنے اور پورے ادب واحترام اور اخلاق وانکسار کے دائرے میں رہ کر سوال کرنے میں جھجھکتے نہیں تھے۔ ان کی شفقتوں، محبتوں، عنایتوں اور توجہات نے ہمیں آگے بڑھنے اور پڑھنے کا حوصلہ عطا کیا۔ محترم ومشفق استاذ مولانا عبدالحنان صاحب قاسمی صدرالمدرسین رحمہ اللہ بڑے قابل استاذ تھے، نحو وصرف کے امام تھے اور فارسی قواعد، منطق اور فقہ واصول فقہ کے ماہر تھے، اردو املا اور فارسی کے ابتدائی بنیادی قواعد انہوں نے خارج درس مجھے سکھایا اور پڑھایا تھا۔ وہ فجر و عصر بعد جب چاہتے پڑھنے کے لئے بلا لیتے تھے۔ ہم طلبہ کو ان مواد کو پڑھنے کی تلقین وتاکید کرتے اور پڑھاتے تھے جسے ہم نے ماضی میں ٹھیک سے نہیں پڑھا تھا۔ اس کا فائدہ بھی ہوا۔ فارسی کی قدرے شُد بُد انہی کی مرہون منت ہے۔ ان کی چلتی تو غالبًا وہ رات میں جس وقت نیند ٹوٹ جائے پڑھانا شروع کر دیتے۔ ان کی توجیہات وارشادات نے ہمیں بہت سی نعمتوں کی قدر کرنے اور اخلاق وادب کو سیکھنے کا سنہری موقع فراہم کیا۔ یہ دونوں اساتذہ مدرسہ کے دیگر امور کی دیکھ ریکھ اور اسے بہتر بنانے کے لیے ہمہ وقت خواہاں وکوشاں رہتے تھے۔ مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ نے ہمیں بورڈ کے امتحان کی تیاری کے لیے ''اصول الشاشی'' کے چند اسباق پڑھائے۔ عربی وغیرہ کچھ نہ آتی تھی، ابھی مبتدی تھے تاہم ان کا اسلوب اتنا اچھا اور مواد واسباق پر اتنی گرفت تھی کہ خاص وعام، مطلق ومقید، مجمل ومفسر اور مشکل ومتعذر اور بہت سے اصول فقہ ازبر ہو گئے تھے۔ مولانا چونکہ اہل حدیث تھے اور محدثین کے منہج واصول پر بھی کسی قدر مگر گہری نظر تھی اس لیے بہت سی جگہوں پر دونوں کا فرق اور مصطلح حدیث اور اصطلاح اصول فقہ حنفی پر زبردست عالمانہ محاکمہ بھی فرماتے تھے۔ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی اور آحاد ومتواتر کی متفق علیہ تقسیم سے ہٹ کر مشہور وآحاد ومتواتر کی تقسیم اور اس کی بنیاد پر بہت سی حدیثوں کی تردید وتاویل سے دل گرفتہ نظر آتے تھے۔ اور ان تاویلات پر بسا اوقات علمی تبصرہ بھی فرماتے تھے۔ استاذ الاساتذہ مولانا نیاز احمد فیضی حفظہ اللہ نے بچپن ہی میں مصطلح الحدیث اس طرح رٹا اور سمجھا دیا تھا کہ مولانا قاسمی کا نقد وتبصرہ سمجھ میں آجاتا تھا بہت حد تک۔ استاذ گرامی مولانا محمد احمد مجتبیٰ سلفی تو دوران درس علمی وادبی لعل وگہر لٹانے میں اپنی مثال آپ تھے۔ مدرسہ بورڈ کے درجہ مولوی کے امتحان کی تیاری کراتے ہوئے انہوں نے بڑی محنت سے علم میراث وفرائض کے مبادیات اور اس کے بہت سے مسائل بڑی محنت اور خوش اسلوبی سے ازبر کرا دیا تھا۔ یہی نہیں، مادر علمی مدرسہ منظر العلوم بلی رامپور کے تمام مشفق اساتذہ ہی علم وعمل کے آفتاب وماہتاب تھے۔ اور اپنا فیضان علم وادب ہم طلبہ پر جاری وساری رکھتے تھے۔ جس کا بار بار ذکر بھی مشک وعنبر اور قند مکرر سے کم نہیں۔ جیسے مولانا شفیق صاحب سلفی غوث نگری، مولانا یسین صاحب اثری، مولانا احمد مجتبیٰ صاحب مدنی، مولانا نیاز احمد صاحب فیضی، مولانا عبدالخالق صاحب سلفی نیپالی، مولانا حیدر صاحب بلی رامپوری، مولانا ہارون رشید صاحب بلی رامپوری، مولانا عبدالغفور صاحب نیپالی، ماسٹر داؤد صاحب، ماسٹر حضرت علی صاحب اور ماسٹر فیاض صاحب، ماسٹر عیسیٰ صاحب، مولانا فیاض الدین شوق صاحب، مولانا ادریس فیضی صاحب، ماسٹر فاروق صاحب وغیرہم وہاں ایسے مشفق اساتذہ ومربی تھے جن سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ اور بفضل الٰہی مخزن علوم وفنون جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو اور معدن علوم ومعارف اور جماعت وجمعیت کا علمی مرکز جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بھی ہمیں اسی طرح کے مشفق ومخلص اور قابل وکامل اساتذہ ملتے رہے۔ اس پر میں اپنی کوتاہ دستی کے باوجود سب کا شکر گذار اور ممنون کرم ہوں۔ آج جو کچھ تھوڑا اموڑا اور کج مج علم وعمل ہے وہ والدین کی دعاؤں اور انہی اساتذہ کرام کی عنایتوں کا ثمرہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ بے ادب کو علم جیسی گراں مایہ دولت نصیب نہیں ہوتی۔ خصوصاً اساتذہ کی توقیر واحترام نہ کرنے والے کو۔ دراصل ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے ہی کچھ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن آج گنگا الٹی بہہ رہی ہے اور بچے بلا تربیت تعلیم حاصل کر کے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں وہیں تلامذہ اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کا ٹھیکرا مدرسوں اور اساتذہ پر پھوڑتے نہیں تھکتے۔ اور

خود فراموشی کند، تہمت دہد استاد را

کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور مشہور تابعی ومحدث امام حسن بصریؒ کا قول تو بہت دہرایا جاتا ہے جو حق ہے کہ ''المعلم اذا لم یعدل بین الصبیان کتب من الظلمة'' ۔''معلم طلباء کے درمیان جب انصاف وعدل نہ کرے تو اس کا شمار ظالموں میں ہوگا۔''

لیکن شوقی کی یہ تلقین یہاں اکثر فراموش کر دی جاتی ہے۔

قم للمعلم وَفِّه التبجیلا

کاد المعلم ان یکون رسولا

معلم کی خدمت وتکریم میں باادب کھڑے ہو اور ان کی جلالت شان کا حق ادا کرو، کیونکہ اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا تو معلم واستاذ بھی رسول کے درجہ بلند پر فائز کئے جاتے۔ مگر سید ولد آدم محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ ہمارے جو اساتذہ باحیات ہیں اللہ جل شانہ انھیں صحت وایمان کے ساتھ رکھے

اوران کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور جو اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

استاذ گرامی مولانا عبداللہ صاحب فیضی رحمہ اللہ نے کبھی مجھے سرزنش یا ڈانٹ پھٹکار نہیں کی۔ ہمیشہ قدر و شفقت سے پیش آتے۔ مارنا اور ڈانٹنا تو دور کی بات ہے۔ مجھے بہت شفقت سے پڑھاتے تھے اور میں نے بھی کبھی یہ موقع نہ دیا ہوگا کہ کبھی سبق یاد نہ کیا ہو اور آموختہ فرفر نہ سنا دیا ہو۔ غالبا استاذ محترم اور محترم ماسٹر رؤف الاعظم جو ناظم مدرسہ بھی تھے اور انگریزی پڑھاتے تھے یہ دونوں اساتذہ ایسے تھے جن سے ہم متوحش وخائف نہ رہتے تھے، بلکہ پورے دل ودماغ اور فرحت ونشاط اور وسعت قلبی کے ساتھ سوال وجواب کرتے تھے اور تشفی وتسلی ہر طرح ان کے اسباق میں حاصل ہوتی رہتی تھی۔ مولانا ادارہ کے فائدہ کی خاطر اور ادارہ کی بھلائی اور مالی بچت اور ہماری صحت وتربیت کے لیے اس کی خالی پڑی زمین پر کدال چلا چلا کر اور ہاتھوں سے مٹی برابر کر کے ساگ وسبزیاں اگانے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ بسا اوقات صبح وشام ہم طلبہ کو بھی اس کی کھدائی اور کھیت کی تیاری میں مشغول کر دیتے تھے۔اس میں بھی مولانا کا اسلوب مشفقانہ ہوتا تھا۔مولانا قاسمی مرحوم کا اسلوب وانداز سخت ہوتا تھا۔مگر بعد میں وہ اس کی اہمیت وافادیت بتا کر سختی کا اثر زائل فرما دیتے تھے۔اور شفقت کی چھاپ چھوڑ جاتے تھے۔ ورنہ خود ان کھیتوں میں پودے لگانے کے بعد اس کی دیکھ ریکھ کرتے رہتے۔ انبار خانہ سے لے کر مطبخ ومطعم تک کے معاملات حل کرنے کے لیے محض رضائے الٰہی کی خاطر مشغول رہتے تھے۔ فجر کی نماز جب پڑھاتے اور اس میں خصوصاً سورہ المزمل کی تلاوت کرتے تھے تو بڑا لطف آتا تھا۔ جامعہ سلفیہ بنارس میں اپنے استاذ شیخ الحدیث مولانا شمس الحق صاحب سلفی رحمہ اللہ کی نماز فجر میں تلاوت کلام پاک سے ہم بے حد متاثر اور محظوظ ہوتے تھے۔شیخ الحدیث کی تلاوت بلند بانگ اور طوال مفصل والی حدیث کی عملی تشریح ہوتی تھی۔اور ان قرآن الفجر کان مشهـــودا کی نورانی وروحانی مظہر ومشہد ہوتی تھی۔اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس کا مکین بنائے۔استاذ گرامی کی تحریر وتدریس میں بھی صفائی واچھائی کے ساتھ آواز بھی بے حد میٹھی وخوش الحان تھی۔اوران کی اور بھی یادیں اور باتیں ہیں جو لائق ذکر اور باعث خیر ہیں۔مگر وقت وفرصت کی تنگ دامانی اور وفور جذبات اور شدت احساسات کی فراوانی "قلم بند" کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

الغرض مولانا کا کوئی نعم البدل نہ تھا۔ان کے یوں چلے جانے سے ہمیں بے حد صدمہ پہنچا ہے۔ وہ زندگی میں میری تعلیمی ترقی اور دیگر ٹوٹی پھوٹی خدمات سے مسرور ومتاثر ہوتے تھے۔اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور غریق رحمت کرے۔اے اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کو معاف فرما، حسنات کو قبول فرما، درجات کو بلند فرما، جو علم واولاد مولوی ضیاء الرحمٰن سلفی، مولوی عبیدالرحمٰن سلفی، عزیزی انیس الرحمٰن، مطیع الرحمٰن چار بیٹے اور تین بیٹیوں اور اہلیہ محترمہ اور تمام سوگوار بھائیوں کو جو انھوں نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں اسے ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ **اللهم لا تحرمنا اجره و لا تفتنا بعده.**

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق امیر حافظ محمد یحییٰ دہلویؒ صاحب کے انتقال پر

تعزیتی خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضیلۃ الشیخ الاخ الکریم مولانا اصغر علی امام مہدی/ حفظہ اللہ

امیر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بزرگ وار حافظ محمد یحییٰ صاحب کی وفات کی خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون . اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله آمین**

موصوف گرچہ طبعی عمر سے گویا متجاوز تھے، لیکن آپ کا وجود غنیمت تھا، آپ زمانۂ تقسیم ہند وما بعد کے بزرگان جماعت وجمعیت کی آخری یادگار تھے، اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے۔

آپ ایک حاتم وقت خانوادۂ دہلی کے چشم وچراغ، جماعت وجمعیت کے ایک آزمودہ کار اور گرگ باراں دیدہ بزرگ تھے، جماعت وجمعیت ان کے وجود سے بھی محروم ہوگئی، عرصہ تک آپ دونوں حضرات ایک دوسرے کے دست وبازو رہے اور جمعیت کو ہمہ جہتی ترقی دینے میں ایک دوسرے کے معین ومددگار رہے، دعا ہے کہ مولائے کریم مرحوم کی حسنات کو حسن قبول عطا فرمائے، اوران کی کوتاہیوں کی مغفرت فرمائے، انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے، اور آنجناب اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

سوگوار

محفوظ الرحمٰن فیضی۔مئو

۲۰۲۰/۱۱/۲۳ء

دو تاریخی اور عظیم کارناموں کے بارے میں

ایک بڑی خوشخبری اور پُرزور اپیل

پیارے بھائیو! اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں چوتھی منزل کا کام چھت تک پہنچ چکا ہے اور اہل حدیث کمپلیکس کی دوسری منزل کی چھت کی ڈھلائی آپ کے صدقۂ جاریہ کی منتظر ہے۔ ان ہر دو عظیم اور تاریخی کارِ خیر میں ہر فرد سے فوری مدد کی اپیل ہے۔ اس عظیم یادگار اور صدیوں کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل اور خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کیا آپ سو پچاس اور دس روپئے بھی بھیجنے سے معذور ہیں؟

پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔

مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر حاضر خدمت ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے سابق شیخ الحدیث مولانا عزیز الحق عمری صاحب کا انتقال پُر ملال

دہلی: ۲ر دسمبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے شمالی ہند کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے سابق شیخ الحدیث اور اردو وہندی کے ممتاز قلم کار وصحافی اور مترجم معروف عالم دین مولانا عزیز الحق عمری صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو علم وثقافت کا خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا عزیز الحق عمری صاحب ایک باصلاحیت عالم دین تھے۔انہوں نے جامعہ عالیہ عربیہ مئو، جامعہ رحمانیہ بنارس اور جامعہ دارالسلام عمر آباد وغیرہ معروف ترین جامعات میں ممتاز اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا اور جامعہ عالیہ عربیہ، مدرسہ فیض العلوم سیونی مدھیہ پردیش اور جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ان کی علمی نگارشات جریدہ ترجمان، آثار جدید، نوائے اسلام وغیرہ رسائل وجرائد کی زینت بنتی رہیں۔آپ نے کئی اہم کتابوں کے ہندی میں ترجمے کیے۔آپ کے زور خطابت سے بھی بندگان الٰہی نے فائدہ اٹھایا۔آپ جماعت و جمعیت اور ملت کے بڑے اثاثہ تھے۔ افسوس کہ گذشتہ کل مورخہ یکم دسمبر ۲۰۲۰ء کو آبائی وطن مئو میں بعمر ۸۱ سال طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آج صبح ۱۰ ربجے مئو کے ڈومن پورہ قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔اوراس طرح جماعت وملت ایک کہنہ مشق مولف ومترجم، مدرس ومقرر اور صحافی سے محروم ہوگئی۔ پسماندگان میں ۳ رلڑکے حماد، یسار اور یاسر، دوبیٹیاں اور کئی پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے, پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جمیعت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران واراکین اور کارکنان نے بھی مولانا کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

....

مرکزی جمعیت کے کارکن کو صدمہ: یہ خبر بڑے رنج وافسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا ضیاء الحق فیضی کے نانا جناب عبدالحنان بن محمد اسحاق انصاری کا تقریباً ۸۲ سال کی عمر میں ۶ ر دسمبر ۲۰۲۰ کو رات نو بجے آبائی وطن منجھلہ ڈیہہ پاکوڑ جھارکھنڈ میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم گاؤں میں قائم مدرسہ فاطمۃ الزہراء کے بانیوں میں سے تھے، ان کو جماعتی کاز سے بڑی دلچسپی ہونے کے ساتھ ساتھ علماء کے قدرداں اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ان کے پسماندگان میں تین بیٹے، دو بیٹی، پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ جنازہ کی نماز حافظ محمد اشرف نے پڑھائی۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین (ادارہ)

مولانا رحمت اللہ جامعی صاحب کا انتقال پُر ملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ پتھرا بازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی کے معروف عالم دین اور داعی ومربی مولانا رحمت اللہ بن شکر اللہ جامعی صاحب کا مورخہ ۷ر دسمبر ۲۰۲۰ء کو لکھنؤ کے آئی کون ہاسپٹل میں مختصر علالت کے بعد بعمر ۸۰ سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جماعتی خبریں

مولانا نہایت ہی ملنسار، خوش اخلاق، شریف النفس، دیندار، مہمان نواز، سخی فیاض ، صوم وصلوۃ کے پابند اورنہایت خاکسار تھے۔ چھوٹے بڑے ہر کسی سے حسن اخلاق سے پیش آتے تھے، ایک بار جوان سے ملتا وہ ان کا ہوجاتا ہے۔

مولانا نے مولانا سید عبدالاول، مولانا داؤد راز اور مولانا عبدالسلام بستوی رحمہم اللہ جیسے اکابر علما سے اکتساب فیض کرنے کے بعد علاقے میں اصلاح رسوم اور ازالہ بدعات کے لئے بھرپور مساعی صرف کیں اور زندگی بھر دعوت وتربیت کا فریضہ انجام دیا۔

ان کی تدفین آبائی گاؤں برگدوا قرب پتھرا بازار بانسی میں عمل میں آئی۔ پسماندگان میں چار بیٹے حبیب الرحمٰن، فضل الرحمٰن مفتاحی، عبیدالرحمٰن ریاضی اور مجیب الرحمٰن اور چار لڑکیاں اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے۔آمین (ادارہ)

(مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر ، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جملہ ذمہ داران و کارکنان نے مذکورہ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے)

☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ

''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

''المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دوسال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم ازکم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور داخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 011-26946205, 23273407، موبائل: 9213172981, 09560841844

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

خوشخبری　　　　　　　　　　　　خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2021

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید

قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر

چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

اپنا آرڈر بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613